1

رہنمائے
سلوک وطریقت

تالیف

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

ناشر

شعبہ نشرواشاعت

مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور، سہارنپور

cwera\Inpage2.4\AU.
not found.

سلسلہ مطبوعات..(۲)

نام کتاب: رہنمائے سلوک وطریقت

تالیف: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی09719831058

صفحات: ۶۴/

قیمت: ۳۰/روپئے

تعداد: ۱۱۰۰/

پہلا ایڈیشن ۲۰۰۳ء - دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۲ء

باہتمام

الحاج عتیق احمد صاحب ناظم مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور

ناشر

شعبہ نشرواشاعت

مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور، سہارنپور (یوپی)

فون: Mob:09410687650,9639789186

ملنے کے پتے

☆ مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور ☆ دار الکتاب، دیوبند سہارنپور (یوپی)

☆ کتب خانہ یحیوی متصل مظاہر علوم سہارنپور ☆ مکتبہ ندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ اتحاد بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور ☆ الفرقان نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

فہرست

عرض ناشر	۹
انتساب	۱۱
مقدمہ	۱۲
حقیقت حال	۱۳
علم کی قسمیں	۱۴
تصوف اور اس کی اصل	۱۵
تصوف کا مطلب	//
تصوف احسان ہی کا نام ہے	۱۶
اصحاب یمین اور مقربین کون ہیں؟	//
تصوف نام رکھنے کی وجہ	۱۷
تصوف کی عظیم شان اور اس سے مقصود	//
تصوف کی غرض ابدی سعادت کی تحصیل ہے	۱۸
اللہ والوں کے ساتھ تعلق	۱۹
اللہ والے کون لوگ ہیں؟	//
قاعدہ محبت اور قانون عشق	۲۰

دین کی ترقی کا سبب	۲۱
علماء کی صحبت میں رہنا ضروری ہے	//
بہترین ہم نشین کون ہے؟	//
سچوں کے ساتھ رہو	۲۲
شیخ و مرشد کامل کی تلاش	//
شیخ کامل کی صحبت کے فوائد	۲۳
بیعت کی شرعی حیثیت	۲۵
پیر کیسا ہونا چاہئے؟	۲۶
مرید کیسا ہونا چاہئے	۲۷
تکرار بیعت کا حکم	۲۸
شریعت و طریقت کی اصطلاحات	۲۹
شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت	//
سلوک و طریقت کے اصول	۳۱
عقائد کی درستگی	//
اوراد و اشغال	۳۳
روز و شب کے معمولات و عبادات	۳۴
نفی و اثبات کا ذکر	۳۶
محاسبہ	۳۸
مراقبہ اور اس کا مفہوم	۳۹

مراقبہ موت ۴۰
مجاہدہ کی حقیقت ۴۱
مجاہدہ کے اقسام .... //
اخلاق کا بیان ۴۲
صورت اور سیرت کیا ہے ۴۳
سیرت کے باطنی اعضا اوران کا حسن وتناسب ۴۴
اخلاق کی قسمیں ۴۵
اخلاق حمیدہ ۴۶
توحید کی حقیقت .... //
طریق تحصیل .... //
اخلاق کی حقیقت .... //
طریق تحصیل .... //
توبہ کی حقیقت .... //
طریق تحصیل توبہ .... //
حقیقت محبت .... //
طریق تحصیل محبت .... //
حقیقت شوق .... //
طریق تحصیل شوق ۴۷
حقیقت انس .... //

طریق تحصیل انس .... //
حقیقت خوف .... //
طریق تحصیل خوف .... //
رجا کی حقیقت .... //
طریق تحصیل رجا .... //
زہد کی حقیقت .... //
طریق تحصیل زہد .... //
حقیقت توکل ۴۸
طریق تحصیل توکل .... //
حقیقت قناعت .... //
طریق تحصیل قناعت .... //
حقیقت حلم .... //
طریق تحصیل حلم .... //
حقیقت صبر .... //
طریق تحصیل صبر .... //
شکر کی حقیقت .... //
طریق تحصیل شکر .... //
حقیقت صدق ۴۹
طریق تحصیل صدق .... //
حقیقت تفویض .... //

طریق تحصیل تفویض ۴۹
رضا کی حقیقت .... //
طریق تحصیل رضا .... //
حقیقت فنا .... //
طریق تحصیل فنا ۵۰
حقیقت فناء الفناء .... //
طریق تحصیل فناء الفنا .... //
اخلاق رذیلہ .... //
حقیقت حرص .... //
طریق علاج .... //
حقیقت طمع .... //
علاج طمع .... //
حقیقت غصہ ۵۱
طریق علاج .... //
حقیقت دروغ .... //
علاج کذب .... //
حقیقت حسد .... //
طریق علاج .... //
حقیقت بخل .... //
طریق علاج .... //

حقیقت ریا ۵۲
طریق علاج .... //
حقیقت عجب .... //
طریق علاج .... //
حقیقت کبر .... //
علاج کبر .... //
حقیقت کینہ .... //
طریق علاج ۵۳
حقیقت حب جاہ .... //
طریق علاج .... //
حقیقت حب دنیا .... //
طریق علاج .... //
وصول الی اللہ کے طریقے .... //
اطول .... //
اوسط .... //
اقل واقرب ۵۴
علامات رسوخ اخلاق .... //
مرید کے لئے ضروری ہدایات ۵۴
سلاسل اربعہ کی خصوصیات وتعلیمات ۵۵
تصوف کے صرف چار ہی سلاسل نہیں ہیں ۵۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

خانقاہ رحیمیہ ایک قدیم دینی واصلاحی خانقاہ ہے، جس کے بانی عالی وقار قطب الاقطاب امام العارفین، قدوۃ السالکین حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ ہیں، خانقاہ کا فیض ہر چہار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے، اس وقت خانقاہ میں عارف باللہ فناء فی اللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری اللہ کی نشانیوں میں سے ایک اور مرجع خاص وعام بنے ہوئے ہیں، روز بروز خانقاہ میں زائرین، سالکین ومستفیدین کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، آنے والوں میں جہاں عوام کی ایک کثیر تعداد ہوتی ہے وہیں علم ومعرفت کے شناور، علماء حضرات اور جدید تعلیم یافتہ حضرات بھی ہوتے ہیں، واپسی کے وقت بعض حضرات کی خواہش ہوتی ہے کہ سلوک وطریقت کے سلسلہ میں کوئی کتاب بھی یہاں سے ان کو مل جائے، جس سے وہ اس راہ کی موٹی موٹی باتیں معلوم کرسکیں، ہمیں بھی اس ضرورت کا عرصے سے احساس تھا، مگر ہر شئی کے لئے اللہ کی طرف سے ایک وقت متعین ہے، اس خواہش کا اظہار ہم نے جناب مولانا قاری مفتی محمد مسعودعزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکرالاسلامی مظفرآباد سے کیا، چنانچہ موصوف محترم نے اس کام کو قبول فرمایا اور بڑے اچھے انداز میں پیش نظر رسالہ مرتب کیا، جس میں سلوک وطریقت کی اہم

اور ضروری باتیں آگئیں ہیں، جس سے اس راہ کی صحیح معلومات حاصل ہوگی، اور یہ رسالہ سلوک کے سلسلہ میں معاون ثابت ہوگا، اصل تو اپنے شیخ کی ہدایت ورہنمائی ہے، لیکن اس میں عام اور ضروری باتیں آگئی ہیں، جو تمام سلاسل کے لوگوں کے لئے مفید ہیں، یہ ایک اچھی کوشش ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے اور مؤلف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

یہ رسالہ مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور کے شعبہ نشرواشاعت کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے، جہاں ایک صدی سے روحانیت اور سلوک وطریقت کے جام پلائے جارہے ہیں اور امت کا ایک طبقہ فیضیاب اور سیراب ہورہا ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے۔

والسلام

عتیق احمد

ناظم مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی رائے پور

۲۹/ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ

۱۶/اکتوبر ۲۰۱۲ء

aftwera\inpage2.4\A025
not found.

انتساب

اللہ کے ان مقبول ومحبوب بندوں کے نام جن کے نالہ نیم شبی، آہ سحر گاہی، دنوں کی تپش اور شبوں کا گداز، انسانیت کے درد کا درماں، گم گشتہ راہوں کے لیے رہنما وتسلی کا سامان تھا، اور جن کے نفس گرم سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کی فضا اور بندگان خدا کے دل معمور تھے، جنھوں نے اپنے اوصاف کریمانہ، اپنی حکمت ودانائی، تقریر وتحریر، بے نفسی وخدا ترسی، خودداری وغیرت مندی اور بادشاہوں وحکمرانوں سے لے کر عام انسانوں تک، اپنوں سے لے کر غیروں تک کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔

شیخی ومرشدی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے نام جو اس سلسلۃ الذہب اور سلسلہ دعوت وعزیمت کی اہم ترین کڑی اور اصحاب تجدید واجتہاد کے فرد فرید تھے، جن کی توجہات عالیہ اور شفقتوں سے نامہ سیاہ اس خدمت گرامی کے لائق ہوا۔

شیخی ومرشدی حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کے نام جن کی شفقتوں اور توجہات عالیہ نے احقر کو سلوک وطریقت کا راستہ دکھایا، اللہ تعالی قبول فرمائے۔ والسلام

۴؍ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ   محمد مسعود عزیزی ندوی

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد

ttwera\inpage2.4\A02
not found.

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

مولوی قاری محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب کو دین کی باتیں بیان کرنے کا اچھا سلیقہ ہے، علم دین کے کئی موضوعات پر ان کی تصنیفات ہیں، جن میں مضمون کو سہل بنا کر بیان کیا گیا اور اس طرح اس کو دلنشیں بنایا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب ''رہنمائے سلوک وطریقت'' میں تصوف وطریقت کی جو تشریح علماء حق کرتے ہیں اور اس کے سلسلے میں جو اصول وہدایات بیان کرتے ہیں، ان کو عزیز مکرم مولوی عزیزی صاحب نے اچھے اور سہل انداز میں بیان کیا ہے، اس سے ایک طرف تو اس موضوع کا اچھا تعارف ہوجاتا ہے اور اس راہ کے اختیار کرنے والے کو اس کے آداب وشرائط معلوم ہوسکیں گے، دوسری طرف اس ضروری اور اہم راہ سلوک کے متعلق جو غلط فہمیاں اور گمراہیاں ناواقف لوگوں میں پیدا ہوگئی ہیں ان کا ازالہ بھی اس سے ہوگا۔

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو آسانی سے پڑھا جاسکتا ہے، اور فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے اور جزائے خیر دے۔ آمین

محمد رابع حسنی ندوی

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ   ۲۳؍محرم ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقتِ حال

راقم سطور نے اپنے شیخ حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ (خلیفہ وخادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ) کے حالات زندگی اور کارناموں پر ایک کتاب ''حیات عبدالرشید'' کے نام سے تصنیف کی تھی، جس کے اخیر میں ایک باب تصوف اور اس کی اصل اور طریقت کے اصول کے سلسلے میں تحریر کیا تھا، بعض احباب اور بزرگوں نے خاص طور سے حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی مدظلہ العالی و جناب الحاج عتیق احمد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تصوف اور سلوک وطریقت کے سلسلے میں ایک آسان اور مختصر سا رسالہ تحریر کردیا جائے تاکہ اس راہ کے سالکین کے لیے تھوڑے وقت میں زیادہ معلومات افزا اور مفید ثابت ہو، اس ارشاد کی تعمیل کے لیے احقر نے اللہ کی توفیق سے کتاب مذکور کے انیسویں باب کو حذف واضافے کے ساتھ ایک رسالہ کی شکل میں تیار کردیا، جس میں مزید مجاہدہ اور اس کے اقسام، اخلاق حمیدہ واخلاق رذیلہ، سلاسل اربعہ اور ان کی خصوصیات و تعلیمات کا اضافہ کردیا، اور اس کا نام ''رہنمائے سلوک وطریقت'' تجویز کیا، جو تمام سلاسل کے لوگوں کے لئے یکساں مفید ہے، اللہ تعالی اس کو قبول فرمائے اور سلوک وطریقت کے سالکین کے لیے نفع بخش بنائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

محمد مسعود عزیزی ندوی — ۱۴۲۱/۵/۲۵ھ

مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین خاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان ودعا بدعوتھم الی یوم الدین. امابعد:

علم کی قسمیں

معلوم ہونا چاہئے کہ علم کی دو قسمیں ہیں:

علم ظاہر جس کا تعلق زبان اور دل سے ہے، علم ظاہر عام ہے جو علماء ظاہر و باطن دونوں میں پایا جاتا ہے، علم ظاہر ایمان کے ارکان، احکام اسلام، اوامر ونواہی اور ان تمام عبادات، ومعاملات کے جاننے کا نام ہے، جنہیں شارح نے صراحتاً یا اشارۃً بیان فرمایا ہے۔

علم باطن اس علم کا تعلق صرف قلب سے ہے، علماء باطن کے ساتھ یہ علم مخصوص ہے، علم باطن کی تین قسمیں ہیں:

۱-علم توحید

۲-ذات وصفات کے ساتھ باری تعالی کی معرفت، جسے علم الیقین کہا جاتا ہے۔

۳-مشاہدہ حق، اسے حق الیقین کہتے ہیں۔(۱)

یہاں علم باطن سے متعلق باتیں ہی تحریر کی جاتی ہیں، تاکہ باطن کی صفائی ہو اور تعلق مع اللہ پیدا ہو، جو زندگی کا مقصد ہے۔

(۱) خیر المسالک صفحہ ۴۳۔

تصوف اور اس کی اصل

"تصوف" عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے اصطلاحی معنی ہیں علم معرفت، اہل علم حضرات نے لفظ تصوف کی تحقیق میں بہت کچھ کہا ہے، بعض کا قول ہے کہ یہ لفظ "صوف" سے نکلا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ "صف" سے مشتق ہے، بعض کا ارشاد ہے کہ یہ لفظ "اصحاب صفہ" کی مناسبت سے بولا جاتا ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ لفظ "صاف" سے ماخوذ ہے۔(۱)

مختلف صوفیائے نے مختلف ادوار میں تصوف کی مختلف تعریفات پیش کی ہیں، اور اس کے معنی کے بارے میں علماء صوفیاء کے بہت سے اقوال ہیں، ان سب کو نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں، صرف اسی تحقیق پر اکتفا کیا جاتا ہے جو تمام اصطلاحات کی جامع ہے۔

تصوف کا مطلب

تصوف کا مطلب ہے دل کو ان چیزوں سے صاف رکھنا جو اسے مکدر کریں (۲) اور ان چیزوں سے آراستہ کرنا جو اسے مزین کریں، گویا کہ تصوف دین کی روح ومعنی یا کیف وکمال کا نام ہے، جس کا کام باطن کو رذائل، اخلاق ذمیمہ، شہوت، آفات لسانی، غضب، بغض وحسد، حب دنیا، حب جاہ، بخل، حرص، ریا، عجب، غرور سے پاک کرنا اور فضائل یعنی اخلاق حمیدہ، توبہ، صبر، شکر، خوف، رجا، زہد، توحید، توکل، محبت، شوق، اخلاص، صدق، مراقبہ، محاسبہ وتفکر سے آراستہ کرنا ہے، تاکہ توبہ الی اللہ پیدا ہوجائے جو مقصود حیات ہے۔(۳)

(۱) رہنمائے سلوک صفحہ ۳۔ (۲) خیر المسالک صفحہ ۴۴۔ (۳) شریعت وتصوف صفحہ ۹۶۔

تصوف احسان ہی کا نام ہے

جہاں تک تصوف کی اصل کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "تصوف کی اصل حدیث جبرئیل ہے" جس میں آیا ہے کہ: "مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" (۱) (احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ خیال نہ کرسکو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے)۔

چنانچہ تصوف احسان ہی کا نام ہے، اسی سے معلوم ہوا کہ صوفی مقرب اور محسن کو کہتے ہیں۔

اصحاب یمین اور مقربین کون ہیں؟

تفصیل اس کی یہ ہے کہ خود کتاب اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امت میں مختلف درجے کے لوگ ہیں، بعض ان میں سے اصحاب یمین ہیں، اور بعض کو مقربین کہا جاتا ہے، جو شخص اپنے ایمان کو صحیح کرے اور شرعی اوامر ونواہی کے مطابق اپنا عمل رکھے تو یہ وہ لوگ ہیں جو "اصحاب الیمین" کہلاتے ہیں اور ان امور کے ساتھ ساتھ جس شخص کی غفلات بھی کم ہوں، اور نوافل وطاعات کی کثرت ہو اور اس کے قلب پر ذکر اللہ کا استیلاء ہوجائے اور حق تعالی سے مناجات کا تسلسل اور دوام اس کو حاصل ہوگیا ہو، ایسے شخص کو مقرب اور محسن کہتے ہیں اور اسی کو صوفی بھی کہا جاتا ہے۔(۲)

(۱) صحیح البخاری کتاب الایمان حدیث نمبر ۴۸ (۲) تصوف ونسبت صوفیہ صفحہ ۱۷/۱۸۔

اہل تصوف کو صوفی اس لیے کہتے ہیں کہ اکثر یہ لوگ صوف کا لباس یعنی گدڑی پہنتے ہیں، زیب وزینت ترک کرنے کے لیے اہل تصوف نے یہ لباس اختیار کیا ہے، ان لوگوں کا ظاہر زار ونزار رہتا ہے اور باطن انوار الٰہی سے معمور۔(۱)

تصوف نام رکھنے کی وجہ

تصوف نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے بعد خاص لوگوں جن کو امور دین کا شدت کے ساتھ اہتمام تھا، زہاد اور عباد کے نام سے پکارا جانے لگا، کہ فلاں عابد، فلاں زاہد، پھر اس کے بعد جب بدعات کا شیوع ہوگیا، اور سب فرقوں میں باہم تقابل اور تنافس ہونے لگا، یہاں تک کہ ہر فریق دعوی کرنے لگا کہ ان کے اندر زہاد ہیں، یہ دیکھ کر خواص اہل سنت نے جنہوں نے اپنے لیے معیت الٰہیہ کو تجویز کیا اور جنہوں نے اسباب غفلت سے اپنے قلوب کی حفاظت کی، انہوں نے اپنے مسلک اور طریق خاص کے لیے اسم تصوف کو تجویز کیا، چنانچہ اسی نام سے اس جماعت کے اکابر دوسو ہجری سے پہلے پہلے مشہور ہوگئے، یعنی انہیں حضرات کو صوفی کہا جاتا تھا۔(۲)

تصوف کی عظیم شان اور اس سے مقصود

اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف کا نام اگرچہ بہت دنوں کے بعد زبانوں پر آیا، تاہم اس کا مصداق اسلام کے قرن اول میں بھی موجود تھا، جیسا کہ صاحب ابداع لکھتے ہیں:

(۱) خیر المسالک صفحہ۴۴۔ (۲) قشیریہ صفحہ ۸۔

"ظَهَرَ التَّصَوُّفُ فِي الْقُرُوْنِ الْأُوْلٰى لِلْإِسْلَامِ، فَكَانَ لَهُ شَأْنٌ عَظِيْمٌ، وَكَانَ الْمَقْصُوْدُ مِنْهُ فِيْ أَوَّلِ الْأَمْرِ تَقْوِيْمَ الْأَخْلَاقِ وَتَهْذِيْبَ النُّفُوْسِ وَتَرْوِيْضَهَا بِأَعْمَالِ الدِّيْنِ وَجَذْبَهَا إِلَيْهِ وَجَعْلَهُ وِجْدَانًا لَهَا، وَتَعْرِيْفَهَا بِحُكْمِهٖ وَأَسْرَارِهٖ بِالتَّدْرِيْجِ"۔(ص۳۲۵)

تصوف جس وقت اسلام کے قرن اول میں ظاہر ہوا تھا، تو اس کے لیے ایک عظیم شان تھی، یعنی وہ ایک عظیم المرتبت چیز تھی، اور ابتداءً اس سے مقصود تقویم اخلاق، تہذیب نفوس اور طبائع کو اعمال دین کا خوگر بنانا اور اس کو اس کی جانب کھینچ کر لانا اور دین وشریعت کو نفس کی طبیعت اور اس کا وجدان بنانا، نیز دین کے حکم واسرار سے تدریجاً نفس کو واقف کرانا تھا۔

تصوف کی غرض ابدی سعادت کی تحصیل ہے

غرض تصوف ایک عظیم الشان چیز تھی، جس کی تعریف علماء تصوف نے ایک یہ بھی فرمائی ہے:

هُوَ عِلْمٌ تُعْرَفُ بِهٖ أَحْوَالُ تَزْكِيَةِ النُّفُوْسِ وَتَصْفِيَةِ الْأَخْلَاقِ وَتَعْمِيْرِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ لِنَيْلِ السَّعَادَةِ الْأَبَدِيَّةِ۔

وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ نفوس کا تزکیہ، اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر وباطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں، جس کی غرض ابدی سعادت کی تحصیل ہے۔

تعریف مذکورہ میں ہر ایک شئی کتاب وسنت کے عین مطابق اور اللہ ورسول کے منشاء کو پورا کرنے والی ہے(۱) اور تصوف کا اصل منشاء مشائخ اور اللہ والوں کی صحبت ومعیت سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱) تصوف ونسبت صوفیہ ملخصاً صفحہ۲۲۔

اللہ والوں کے ساتھ تعلق

اکثر اللہ والوں کے ساتھ ارتباط، ان کی خدمت میں کثرت سے حاضری، دینی امور میں تقویت اور خیر وبرکت کا سبب ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مِلَاكِ هٰذَا الْأَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِهٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، عَلَیْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ۔(١)

کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں، جس سے تو دین ودنیا دونوں کی فلاح کو پہنچے، وہ اللہ تعالی کے یاد کرنے والوں کی مجلس ہے، اور جب تو تنہا ہوا کرے تو اپنے کو اللہ تعالی کی یاد سے رطب اللسان رکھا کر۔

اللہ والے کون لوگ ہیں؟

اس کی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباع سنت ہے، کہ حق تعالی سبحانہ وتقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی ہدایت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔(٢)

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدائے تعالی سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، خدا تعالی تم سے محبت کرنے لگیں گے، اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے، اور اللہ تعالی غفور رحیم ہیں۔ (بیان القرآن)

(١) مشکوۃ شریف صفحہ ۴۱۵۔ (٢) سورۂ آل عمران آیت ۳۱۔

لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہو، وہ حقیقتاً اللہ والا ہے، اور جو شخص اتباع سنت سے جس قدر دور ہو، وہ قرب الٰہی سے بھی اسی قدر دور ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت کا دعوی کرے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے۔

قاعدہ محبت اور قانون عشق

اس لیے کہ قاعدۂ محبت اور قانون عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے، اس کے گھر سے، درودیوار سے، صحن سے، باغ سے، حتی کہ اس کے کتے سے، اس کے گدھے سے بھی محبت ہوتی ہے۔

اَمُرُّ عَلَى الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی — اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ — وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّیَارَا

ترجمہ: کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے شہر پر گزرتا ہوں تو اِس دیوار کو اور اُس دیوار کو پیار کرتا ہوں، کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے، بلکہ ان لوگوں کی محبت کی کارفرمائی ہے، جو شہروں کے رہنے والے ہیں، دوسرا شاعر کہتا ہے:

تَعْصِی الْاِلٰهَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ — وَهٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ — اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعُ

ترجمہ: تو اللہ تعالی کی محبت کا دعوی کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرتا ہے، اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا، اس لیے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابعدار ہوتا ہے۔

دین کی ترقی کا سبب

بالجملہ اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں میں سے ہے، اس کے ساتھ ربط کا بڑھانا، اس کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا، اس کے علوم سے منتفع ہونا، دین کی ترقی کا سبب ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بھی ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد عالی ہے کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرا کرو تو کچھ حاصل بھی کرلیا کرو، صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا چیز ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس۔

علماء کی صحبت میں رہنا ضروری ہے

دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو، اور حکمائے امت کے ارشادات کو غور سے سنا کرو، کہ حق تعالی شانہ حکمت کے نور سے مردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار بارش سے، اور حکماء دین کے جاننے والے ہی ہیں نہ کہ دوسرے اشخاص۔

بہترین ہم نشین کون؟

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہم نشیں ہم لوگوں کے واسطے کون شخص ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو، جس کی بات سے علم میں ترقی ہو، جس

کے عمل سے آخرت یاد آجائے، ترغیب میں ان روایات کو ذکر کیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔

سچوں کے ساتھ رہو

خود حق تعالی سبحانہ وتقدس کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔(۱) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ سچوں سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیاء ہیں، جب کوئی شخص ان کی چوکھٹ کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے، تو ان کی تربیت اور قوت ولایت کی بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔

شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے تو تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کرسکتا، گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے۔

شیخ و مرشد کامل کی تلاش

لہٰذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص (شیخ و مرشد کامل) ملے جس کا احترام تیرے دل میں ہو، اس کی خدمت گزاری کر اور اس کے سامنے مردہ بن کر رہ، کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرف کرے، اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے، اس کے حکم کی تعمیل میں جلدی کر، اور جس چیز سے روکے اس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنے کا حکم کرے پیشہ کر، مگر اس کے حکم سے نہ کہ اپنی رائے سے، بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا، لہٰذا

(۱) سورۂ برأت آیت نمبر ۱۱۹۔

ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کر، تاکہ تیری ذات کو اللہ سے ملا دے۔

امام غزالیؒ نے اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں، ان سب سے بڑھ کر یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حکم ہے:

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ ۚ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا۔(۱)

اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے، جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں، اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پاویں، اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے، اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

غرضیکہ متبع سنت شیخ کامل جب مل جائے، تو اس کی صحبت کو غنیمت جانے، اور اس کی معیت سے خوب فائدہ اٹھائے، اس لئے کہ شیخ کامل کی صحبت کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں۔

شیخ کامل کی صحبت کے فوائد

(۱) شیخ کے اندر جو چیز ہے، وہ آہستہ آہستہ آپ کے اندر بھی آئے گی۔

(۲) اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر ہی نظر ہونے لگتی ہے، یہ بھی کافی اور مفتاح طریق ہے۔

(۱) سورۂ کہف آیت نمبر ۲۸۔

(۳) اخلاق و عادات میں شیخ کا اتباع کرے گا، اذکار و عبادات میں نشاط اور ہمت کو قوت ہو گی۔

(۴) جو حال عجیب پیش آوے گا، اس کے بارے میں اس سے تشفی ہو جائے گی۔

(۵) جو افادات زبانی سننے میں آتے ہیں، وہ تحقیقات ومسائل کا خلاصہ ہوتے ہیں، جس سے اپنی حالت بھی وضاحت کے ساتھ منکشف ہوتی ہے۔

(۶) ان اہل صحبت میں جو بابرکت ہوتے ہیں، وہاں ایک نفع صحبت کی برکت اور ان کے طرز عمل سے سبق لینا ہوتا ہے۔

(۷) عمل کا شوق بڑھتا ہے۔

(۸) اپنی استعداد معلوم ہو جاتی ہے۔

(۹) اہل محبت کی صحبت سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

(۱۰) مشائخ اعمال صالحہ کی وجہ سے بابرکت ہوتے ہیں، اس لیے ان کی تعلیم میں بھی برکت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے جلد شفا ہو جاتی ہے، خود کتابیں دیکھ کر علاج کرنا کافی نہیں۔

(۱۱) اہل اللہ کی صحبت کے مؤثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بار بار اچھی باتیں جب کان میں پڑیں گی، تو کہاں تک اثر نہ ہو گا، ایک وقت چوکو گے، دو وقت چوکو گے، تیسری دفع تو اصلاح ہو ہی جائے گی، اور ایک سبب باطنی بھی ہے، وہ یہ ہے کہ جب تم ان کے پاس رہو گے اور تعلق بڑھاؤ گے تو اس سے دو طرح اصلاح ہو گی، ایک تو یہ کہ وہ دعا کریں گے اور ان کی دعا مقبول ہوتی ہے، تو حق تعالی آپ پر فضل فرمائیں گے، اور اکثر یہ ہے کہ ان کی دعا باذن حق ہوتی ہے تو ان کے منھ

سے دعا نکلنا، اس بات کی علامت سمجھنا چاہئے کہ حق تعالی کے فضل ہونے کا وقت آ گیا، دوسری وجہ بڑی خفی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہارے اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہوگی اور جلد جلد ترقی ہوگی اور جلد اصلاح ہو جائے گی۔

(۱۲) ان حضرات کے دل خدا کے نور سے روشن ہیں، ان کے پاس رہنے سے نور آتا ہے اور جب نور آتا ہے تو ظلمت جاتی ہے، پس اس نور سے ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے اور شبہ جاتا رہتا ہے؛ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اگر طبیعت میں سلامتی ہو تو بغیر پاس رہے، ان حضرات کا دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے، اور اگر اس درجہ کی سلامتی نہ ہو تو البتہ پھر چند دن کی صحبت کی بھی ضرورت ہے۔(۱)

اور شیخ کی صحبت بیعت ہونے کے بعد زیادہ اور جلد اثر کرتی ہے۔

بیعت کی شرعی حیثیت

اسلام لانے کے بعد بیعت مسنون (۲) ہے، صحیح احادیث میں آیا ہے کہ صحابہ

(۱) شریعت وتصوف صفحہ ۱۱۹۔

(۲) بعض متعصب اہل ظاہر کا گمان ہے کہ مروج بیعت مسنون طریقے کے خلاف بلکہ بدعت ہے، یہ لوگ بیعت کو قبول خلافت میں منحصر سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ گمان باطل اور مردود ہے، کیونکہ بہت ساری احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اسلامی ارکان کی پابندی کرنے پر بیعت لیتے تھے، کبھی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے پر وغیرہ، جیسا کہ مصنف نے ذکر فرمایا ہے، امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو بیعت کیا اور عہد لیا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں، انصار کی ایک جماعت سے اس بات پر بیعت لی کہ خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف نہ کھائیں، انصار کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی، بعض ضرورت مند غریب مہاجرین سے بیعت لی کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں، اس کے علاوہ تزکیہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر وغیرہ بہت سی چیزوں کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت لینا ثابت ہے، بعض محققین کا کہنا ہے کہ بیعت کی مشروعیت کی سب سے روشن دلیل یہ ہے کہ تصوف کے تمام خانوادوں کے سلاسل مشائخ عظام کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں، جس طرح حدیث سند کے متصل ہونے سے معتبر ہو جاتی ہے، اسی طرح سلاسل تصوف بھی اتصال سند کی وجہ سے مسنون ہیں، کوئی انصاف پسند اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے متعدد بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، کبھی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے، بدعت سے اجتناب اور اطاعت پر ثابت قدمی کے لیے، اور کبھی دوسرے شرعی احکام کی پابندی کے لیے، یہی طریقہ اہل سنت والجماعت میں جاری ہے کہ اہل سنت پیشوایان دین کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ، تقوی اور اخلاص کے لیے بیعت کرتے ہیں، اور گوہر مراد پاتے ہیں، اور ترقی کے منازل طے کرتے ہیں۔

پیر کیسا ہونا چاہئے؟

پیر کے لیے ضروری ہے کہ عالم باعمل ہو (۱) عالم سے مراد یہ ہے کہ دین کے ضروری مسائل (عقائد صحیحہ، احکام اسلام اوامر ونواہی) سے واقف ہو، خواہ تعلیم حاصل کر کے یا علماء عصر کی صحبت میں عرصۂ دراز تک بیٹھ کر۔

دوسری شرط یہ ہے کہ عادل اور متقی ہو (۲) پیر سے کرامات کا ظہور ضروری نہیں

(۱) بیعت کا مقصد برائی سے روکنا، بھلائی کا حکم دینا، باطنی سکون کی طرف مریدوں کی رہنمائی کرنا، مریدوں کی بری عادات کی اصلاح کرنا ہے، لہٰذا جو شخص ان باتوں سے ناواقف ہوگا، امر اور نہی کیسے کر سکتا ہے، جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ طریقت میں شریعت کی شرط نہیں ہے، بلکہ شریعت تو درویشی میں مضر ہوتی ہے، یہ خالص جھوٹ ہے، کیونکہ طریقت عین شریعت ہے اور شریعت عین طریقت ہے، دونوں میں صرف لفظ کا فرق ہے، اصل مقصود اور نتیجہ دونوں کا ایک ہے، اسی لیے تمام اکابر صوفیا مثلاً شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت امام احمد، محمد بن محمد غزالی، امام ربانی، مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ کی کتابوں میں شریعت کا طریقت کے لیے ضروری ہونا مذکور ہے، جس شخص کو شک ہو عوارف المعارف، فتوح الغیب، غنیۃ الطالبین، احیاء العلوم، قوت القلوب، مکتوبات امام ربانی، القول الجمیل کا مطالعہ کرے۔

(۲) کیونکہ بیعت کی مشروعیت تزکیۂ نفس کیلئے ہے، اور تزکیۂ نفس میں بلا عمل کے محض قول مفید نہیں ہے، لہٰذا جو پیر قول وعمل دونوں کے ساتھ متصف نہ ہو، صرف قول پر اکتفا کرتا ہو، وہ بیعت کی حکمت کو فاسد کرنے والا ہے۔

ہے (۱) کیونکہ کرامات اور استدراج میں اشتباہ ہوسکتا ہے، استدراج کا ظہور اہل بدعت بلکہ کفار سے بھی ہوتا ہے، تائید الٰہی سے اولیا کرام سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے، اولیاء کی کرامات برحق ہیں "کَرَامَۃُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ" لیکن پیر کی بنیادی شرط یہ ہے کہ کسی معتبر شیخ طریقت کی صحبت (۲) میں رہ کر ارشاد وسلوک کی منزلیں طے کی ہوں۔

مرید کیسا ہونا چاہئے؟

مرید کو عاقل وبالغ اور اللہ کی طرف راغب ہونا چاہئے، برکت کے لیے بچوں کو کسی پیر طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرانا جائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے (۳) مرید کے لیے بیعت کو پورا کرانا ضروری ہے، بیعت پورا کرنے سے مراد یہ ہے کہ بیعت کرتے وقت جن چیزوں کا عہد کیا ہے، وہ اس کے ذمہ لازم ہوگئیں، مثلاً کبائر کو ترک کرنا، صغائر پر اصرار نہ کرنا، فرائض، واجبات، سنن مؤکدہ کی پابندی کرنا، اس کے خلاف کرنا بیعت توڑنے کے مرادف ہے، جو ایک بڑا گناہ

(۱) صاحب عوارف نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے بعض افراد کو خوارق عطا فرمائے ہیں بعض کو نہیں، حالانکہ یہ لوگ جنہیں خوارق وکرامات نہیں دی گئیں، خوارق والوں سے افضل ہوتے ہیں، اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خوارق ثابت نہیں ہیں، حالانکہ ادنی درجہ کا صحابی تمام اولیاء سے افضل ہے۔

(۲) اللہ تعالی کا دستور ہے کہ اصحاب فن کی صحبت میں بیٹھ کر ہی کوئی شخص صاحب فن بنتا ہے، مثلاً علماء کی صحبت کے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا، اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو اس انداز سے پیدا کیا کہ اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ شرکت کے بغیر اسے کمالات حاصل نہیں ہوتے، اس کے برخلاف حیوانات کے اکثر کمالات پیدائشی ہیں۔

(۳) صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت زبیر بن عوام نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لئے پیش کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور انہیں بیعت کرلیا۔

ہے (۱) نعوذ باللہ من ذالک۔

تکرار بیعت کا حکم

چند صورتوں کے علاوہ تکرار بیعت جائز نہیں ہے، جواز کی صورتیں درج ذیل ہیں:

۱- پیر خلاف شریعت کام کرے، تو مرید کے لیے کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے۔

۲- پیر کی وفات ہوگئی اور مرید کے سلوک کی تکمیل نہ ہوسکی تھی، تو دوسرے پیر کے ہاتھ پر بیعت ہوسکتا ہے۔

۳- پیر مرید سے اتنے فاصلے پر رہتا ہو کہ اس سے ملاقات بہت دشوار ہو، تو دوسری بیعت کرسکتا ہے۔

۴- پیر زندہ اور موجود ہو؛ لیکن مرید دوسرے سلسلے میں داخل ہونا چاہتا ہو یا کسی دوسرے پیر طریقت سے اصلاح لینا چاہتا ہو؛ کیونکہ خود اس کے پیر سے اس کی اصلاح نہیں ہو پارہی ہے، تو اس کے لیے تکرار بیعت جائز ہے، پیر کے لیے مناسب ہے کہ مرید کو اس کی اجازت دیدے، اس کو بیعت ارشاد کہتے ہیں، بہت سے بلند پایہ مشائخ تصوف سے بیعت ارشاد ثابت ہے، اور محققین کی کتابوں میں موجود ہے، پہلے پیر کو پیر بیعت اور دوسرے کو پیر ارشاد کہتے ہیں، پیر بیعت ایک ہی ہوتا ہے اور پیر ارشاد متعدد ہوسکتے ہیں، اس کا انکار جہالت اور نادانی ہے۔

(۱) اللہ تعالی فرماتا ہے "فَمَنْ نَکَثَ فَإِنَّمَا یَنْکُثُ عَلَی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا" جس نے عہد توڑ دیا اپنا ہی نقصان کیا اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا، عنقریب اسے اللہ تعالی بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

شریعت وطریقت کی اصطلاحات

اسلام کی تعلیمات کا سرچشمۂ کتاب وسنت ہے، جس کی ابتدائی تعلیم مسجد نبوی میں دی جاتی تھی، اور چونکہ ابتدائی دور تھا، حلقہ بگوشان اسلام اپنے اصلی مرکز میں موجود تھے، جن کی تعداد بھی اس وقت اتنی زیادہ نہ تھی، جتنی بعد میں ہوگئی، اس لیے نبوی درسگاہ میں تمام علوم اسلامیہ یعنی علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ اور علم تصوف کی تعلیم یکجا دی جاتی تھی، کوئی الگ الگ شعبے قائم نہ تھے، البتہ اسی نبوی درسگاہ میں ایک اقامتی شعبہ ایسا بھی موجود تھا، جس میں محبان خدا وعاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم تزکیۂ نفس واصلاح باطن کی عملی تعلیم وتربیت کے لیے ہر وقت موجود رہتے تھے، اور وہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔

بعدازاں جب اسلام عالمگیر حیثیت اختیار کرگیا، تو اس کی تعلیمات کو علماء دین نے الگ الگ شعبوں میں منضبط کردیا، جنہوں نے علم حدیث کی خدمت کی وہ محدث کہلائے، اور جنھوں نے علم تفسیر کا کام سنبھالا وہ مفسر کہلائے، جو فقہ کا کام کرنے میں منہمک ہوگئے وہ فقیہ بن گئے، اور جنھوں نے تزکیۂ نفس واصلاح باطن کا شعبہ سنبھالا، وہ مشائخ صوفیا مشہور ہوئے، اسی لیے اکابر سلف میں کسی نے شریعت کو طریقت سے الگ نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ طریقت کو شریعت کے تابع رکھا۔

شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت

شریعت احکام تکلیفیہ کے مجموعے کا نام ہے، اس میں اعمال ظاہری وباطنی سب آگئے، اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ فقہ کو شریعت کے مرادف سمجھا جاتا ہے، جیسے

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعریف "مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَالَهَا وَمَاعَلَيْهَا" منقول ہے، یعنی نفس کے نفع اور نقصان کی چیزوں کو پہنچاننا، پھر متأخرین کی اصطلاح میں شریعت کے اس جز کا نام جو اعمال ظاہرہ سے متعلق ہے فقہ ہوگیا، اور وہ چیز جو اعمال باطنہ سے متعلق ہے اس کا نام تصوف ہوگیا، اور ان اعمال باطنی کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں، پھر ان اعمال کی درستی سے قلب میں جو جلا اور صفا پیدا ہوتا ہے، اس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان واعراض (حقائق ولوازمات) بالخصوص اعمال حسنہ وسیۂ وحقائق الہیہ صفاتیہ وفعلیہ یا بالخصوص معاملات بین اللہ وبین العبد یعنی جو معاملات اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ہیں وہ منکشف ہوتے ہیں، ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں، اور اس انکشاف کو معرفت کہتے ہیں، اور صاحب انکشاف کو محقق اور عارف کہتے ہیں۔

پس یہ سب امور متعلق شریعت کے ہی ہیں، اور عوام میں جو یہ مشہور ہوگیا ہے کہ طریقت اور چیز ہے، شریعت اور چیز ہے، محض غلط اور بے بنیاد ہے، جب حقیقت سلوک معلوم ہوگئی، تو اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس میں نہ کشف وکرامات ضروری ہیں، نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے، نہ دنیا میں کاربرآری کا وعدہ ہے، کہ تعویذ گنڈوں سے کام بن جاویں، یا مقدمات دعا سے فتح ہوجائیں، یا روزگار میں ترقی ہو یا جھاڑ پھونک، تعویذات سے بیماری جاتی رہے، یا ہونے والی بات بتلادی جایا کرے، نہ تصرفات لازم ہیں کہ پیر کی توجہ سے مرید کی ازخود اصلاح ہوجائے، اس کو گناہ کا خیال بھی نہ پڑے، یا ذہن وحافظہ بڑھ جائے، نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کی میعاد کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے،

عبادت میں کوئی خطرہ ہی نہ آوے، یا یہ کہ خوب رونا آوے، ایسی محویت ہوجائے کہ اپنی پرائی کی خبر نہ رہے اور نہ ذکر وشغل میں انوار وغیرہ کا نظر آنا، نہ کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے، نہ اچھے خوابوں کا نظر آنا یا الہامات کا ہونا لازمی ہے، بس اصل مقصود حق تعالی کی رضا ہے اسی کو پیش نظر رکھے۔(۱)

سلوک وطریقت کے اصول

تمام مشائخ تصوف اور اصحاب سلاسل، طریقت کے اصول ومقاصد کے بارے میں متفق ہیں، ان میں جو کچھ اختلاف ہے طریقہ کار کے بارے میں ہے، تمام مشائخ سلاسل کا حسب ذیل باتوں پر اتفاق ہے۔

(۱) سالک کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد درست کرے، ارکان اسلام کی پابندی کرکے کبائر گناہوں سے بچے، اسلامی شعائر کی تعظیم کرے۔

(۲) اگر کتب احادیث وآثار صحابہ کے استنباط واستخراج پر قادر نہ ہو تو ضروری ہے کہ چار مشہور مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے کسی ایک کی تقلید کرے، ناقص متاخرین کے اقوال کو قابل التفات نہ سمجھے، یہ سلوک وطریقت کا بنیادی اصول ہے، اسے مضبوطی سے پکڑے، اس کے بغیر سلوک صحیح نہیں ہوتا۔

عقائد کی درستگی

سلف صالحین کے عقائد کے مطابق صحیح عقائد یہ ہیں:

(۱) شریعت وتصوف صفحہ ۱۰۴۔

16

اللہ تعالی کے بارے میں یقین رکھے کہ وہ یکتا اور واجب الوجود (اسکا وجود قدیم ہے وہ اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں) اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

اللہ تعالی کمال کی تمام صفات کے ساتھ متصف ہے، صفات کمال سے مراد حیات، علم، قدرت وغیرہ وہ تمام اوصاف ہیں، جن کے ساتھ اللہ جل شانہ نے اپنی پاک ذات کو متصف قرار دیا ہے، یا جو اوصاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے لیے بیان فرمائے ہیں۔

اللہ تعالی ہر عیب اور زوال سے پاک ہے، نہ جسم والا ہے، نہ کسی جگہ میں ہے (۱) اس کا نہ کوئی رنگ ہے نہ کوئی شکل، وہ بے مثل ہے، سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اس بات پر یقین اور ایمان رکھے کہ تمام نبی اور رسول حق پر ہیں، اللہ کی چاروں کتابیں (توارت، زبور، انجیل، قرآن) حق ہیں، تمام انبیاء پر عموما اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصاً ایمان رکھے، چاروں آسمانی کتابوں پر عموماً اور قرآن پر خصوصاً ایمان رکھے۔

خلفائے راشدین (۲) کے فضل وکمال پر اسی ترتیب سے اعتقاد رکھے، جس ترتیب سے انہیں خلافت ملی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت کو مضبوطی سے پکڑے رہے، اس بات پر عقیدہ رکھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱) جن آیات سے اللہ تعالی کے لئے "استواء علی العرش" ضحک اور ہاتھوں کا ثبوت ملتا ہے، ان پر اجمالی ایمان رکھنا چاہئے، ان کی تفصیل کو باری تعالی کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، متقدمین سلف سے یہی منقول ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا "استواء علی العرش" معلوم ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، یہی سلامتی کا راستہ ہے، کیونکہ اس کا اندیشہ ہے کہ انسان تاویل کرکے ناحق کو حق قرار دیدے۔

(۲) خلفائے راشدین میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اسی ترتیب پر اجماع ہے۔

آخرت، حشر ونشر، عذاب قبر، حساب، جنت ودوزخ، پلصراط، میزان عمل وغیرہ کے جو حالات بیان فرمائے ہیں بالکل سچ ہیں، عقیدہ کی درستگی کے بعد کبائر (بڑے گناہوں) کو جان کر ان سے بچنا ضروری ہے۔

اوراد واشغال

عقائد کی تصحیح اور مذکورہ بالا امور کی ادائیگی کے بعد سالک سے مطلوب ہے کہ اپنے اوقات ذکر وتلاوت، نماز ونوافل اور دوسری عبادتوں سے معمور رکھے، اخلاق حسنہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، ریاکاری، حسد، غیبت اور تمام بری خصلتوں سے اجتناب کرے۔

اس موقع پر ایک نکتہ ذہن نشیں کر لینا چاہئے، وہ یہ کہ طریقت وتصوف کے سلاسل میں سے ہر سلسلہ میں اوراد ونوافل سے وقت کو مشغول رکھنے کا ایک خاص نظام الاوقات بتایا گیا ہے، یہ تمام نظام الاوقات اور طریقے پسندیدہ ہیں، لیکن سب سے زیادہ محبوب اور بہتر طریقہ وہ ہے جو حدیث کی صحیح کتابوں کے مطابق ہو، میدان سلوک وطریقت کے نو وارد کے لیے اس فن کی باریکیوں اور اسرار ورموز میں مشغول ہونا نفع بخش ہونے کے بجائے مضر ہو جاتا ہے، اس لیے اسے ان اوراد ووظائف پر اکتفا کرنا چاہئے، جو اہل سنت کی مشہور کتابوں میں مذکور ہیں، سب سے بہتر یہ ہے کہ ان اوراد واذکار میں مشغول ہو جو عشق ومحبت الٰہی کو برانگیختہ کریں، اور دل کو خالق ومالک کی طرف کھینچیں، جذبہ محبت کی آبیاری اور تقویت کو اپنا مقصد قرار دے، قدر ضرورت حب جاہ، حب مال مٹانے کی کوشش کرے، یعنی اس قدر کہ اوراد واذکار دل جمعی کے ساتھ ادا ہو سکیں، یہ ضروری نہیں کہ مکمل طور سے

ذرائع معاش ترک کر دے، حتی کہ حقوق واجبہ کی ادائیگی بھی نہ کر سکے اور دوسروں کا محتاج ہو جائے۔

روز وشب کے معمولات وعبادات

سالک کے لیے درج ذیل نمازوں کی پابندی ضروری ہے۔

۱- سترہ رکعت فرض نمازیں۔

۲- بارہ رکعت سنت مؤکدہ۔

۳- گیارہ رکعت تہجد ووتر۔

۴- دو رکعت اشراق۔

۵- چار رکعت صلوۃ الضحی (چاشت کی نماز)۔

اس جگہ ایک نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ فرائض، سنن مؤکدہ کے علاوہ بقیہ نمازوں کی اتنی پابندی نہ کرے کہ ان کی وجہ سے اللہ کے بندوں کے حقوق فوت ہو جائیں، مذکورہ نوافل کی ادائیگی کے وقت اگر کوئی دوسرا اہم کام پیش آ جائے، مثلاً نماز جنازہ یا کسی بندۂ خدا کی حاجت روائی، تو نوافل کو چھوڑ کر اسی میں مشغولیت زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں ریاکاری کا شائبہ نہیں، عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے، صبح وشام اور سونے کے وقت کے ان اذکار اور دعاؤں کی پابندی کرے، جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں، نفی واثبات کا ذکر ہزار بار بلند آواز سے، اس کے بعد آہستہ آہستہ کرے، اگر اس قدر ممکن نہ ہو تو جتنی بار کر سکے کرے، جتنا ممکن ہو سکے درود پڑھے، استغفار کرے، لیکن پچیس بار سے کم نہ ہو، سحر کے وقت سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کا اور سو بار لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الخ کا ورد کرے، اس میں بڑی برکت ہے۔

عرفہ (نویں ذی الحجہ) اور عاشورہ (دسویں محرم) کا روزہ رکھے، ہر مہینہ میں تین روزے رکھے (۱) جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، شوال میں چھ روزے رکھے، ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اپنے زائد مال میں صدقہ فطر اور صدقات واجبہ کے علاوہ ایک جوڑا کپڑا صدقہ کرے۔

اگر حافظ قرآن ہو تو روزانہ اس قدر تلاوت کرے کہ سات روز میں قرآن ختم ہو جائے، ہاں اگر دوسرے اہم تر باطنی اوراد و اشغال میں مشغول ہو تو جتنی تلاوت سہولت سے کر سکے کرے، غیر حافظ کم از کم روزانہ سو درمیانی آیات کے بقدر تلاوت کرے، جس کی تعداد پاؤ پارہ نصف پارہ کے درمیان ہوتی ہے، روزانہ دو تین ورق حدیث کا مطالعہ کرے، ایک دو رکوع قرآن کا ترجمہ سنے، یا خود دیکھے۔

سالک اگر قوی المزاج ہو تو اتنی مقدار کھانا کھائے جس سے کم کھانا ضعف کا باعث بن جاتا ہے، اور ضعیف المزاج ہو تو اتنا کھائے کہ زیادہ آسودگی یا بھوک کی وجہ سے اکثر اوقات اس کا دل و دماغ پیٹ میں مشغول نہ رہے، دن رات کا ایک تہائی حصہ سونے میں صرف کرے، دو حصے بیداری میں، مثلاً دن میں ایک گھنٹہ استراحت کرے، چوتھائی رات تک بیدار رہے، سحر سے ایک گھنٹہ قبل بیدار ہو جائے، اس کے بعد تھوڑی دیر استراحت کرے، صبح کے دھندلکے (غلس) میں پھر بیدار ہو جائے، سونے، جاگنے کے اس نظام میں تھوڑی بہت تبدیلی کر سکتا ہے۔

سالک سے عزلت (یکسوئی) اس قدرت مطلوب ہے کہ کسی دینی یا دنیوی

(۱) افضل یہ ہے کہ ہر ماہ ایام بیض یعنی تیرہویں، چودہویں، پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھے، نسائی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض میں ہرگز افطار نہیں کرتے تھے، نہ سفر میں نہ حضر میں۔

ضرورت کے بغیر لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا کم کردے، دینی ضرورت یا عبادت کے لیے لوگوں میں نشست و برخاست اس سے مستثنیٰ ہے، مثلاً مریض کی عیادت، مصائب پر دلاسا اور تعزیت، صلہ رحمی، علمی مجالس میں حاضری، طبیعت کی سختی اور پراگندگی دور کرنے کے لیے لوگوں میں بیٹھنا۔

لباس اور کمائی میں اپنے ہم جنس لوگوں سے ممتاز رہنا شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے، اپنے ہم جنس اور ہم پیشہ افراد کے طریقہ پر زندگی گزارے، اگر سالک کا تعلق طبقہ علماء سے ہے تو علماء کے طور و طریق پر رہے، اگر صنعت کاروں میں سے ہے تو اہل صنعت کا لباس پہنے، اگر سپاہی ہے تو سپاہیوں کی طرح رہے۔

تنبیہ: یہ معمولات سالک کی آسانی کے لیے لکھ دئے گئے ہیں، ورنہ تو شیخ کی تعلیم اور ہدایت کے مطابق سالک کو چلنا ضروری ہے۔

نفی واثبات کا ذکر

مذکورہ بالا امور کی پابندی اور ان پر مداومت نصیب ہونے کے بعد سالک کو چاہئے کہ اب پہلے کی طرح محض وظیفہ اور ڈیوٹی کے طور پر ذکر نہ کرے، بلکہ اہل عشق (۱) ومحبت (۲) کی طرح ذکر کرے، ذکر سے سب سے زیادہ اس شخص کو فائدہ ہوتا ہے،

(۱) عشق کے معنی ہیں کس چیز سے بہت محبت کرنا اور غایت محبت سے دیوانہ ہونا، عشق ''عشقة'' سے ماخوذ ہے، عشقة ایک گھاس ہوتی ہے، جب وہ کسی درخت سے لپٹ جاتی ہے، تو اسے خشک کرڈالتی ہے، اسی طرح جب کسی دل پر عشق کی حالت طاری ہو جاتی ہے، تو اس انسان کو خشک اور پیلا کرڈالتی ہے۔

(۲) محبت و عشق کے لفظ کے تکرار سے اس طرف اشارہ ہے کہ ابتداء میں محبوب کے ذکر سے لذت حاصل ہوتی ہے اور آخر میں عشق پیدا ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عاشق کی نگاہ میں معشوق کے علاوہ ہر چیز معدوم ہو جائے، چنانچہ بعض اہل دل نے کہا ہے کہ عشق وہ آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو جلا کر خاکستر کردے، یہ عشق کا اوسط درجہ ہے، عشق کے درجہ کمال کی کوئی حد نہیں ہے۔

جوشخص صحیح المزاج اور قوی العشق ہو، جوشخص صاحب اہل وعیال اور پراگندہ مزاج ہے، یا اس پر صفت عشق غالب نہیں ہے، اسے ذکر سے کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوتا، حاصل کلام یہ کہ جمہور اہل طریقت کے نزدیک سب سے افضل نفی واثبات اور اسم ذات کا ذکر ہے، اس ذکر کے کچھ شرائط وآداب مقرر ہیں، ان شرائط وآداب کو مقرر کرنے کا راز یہ ہے کہ ان کی رعایت کرنے سے دل جمعی حاصل ہوتی ہے، وساوس کا ازالہ ہوتا ہے، محبت کی گرمی پیدا ہوتی ہے۔

ذکر نفی واثبات کے لیے اس درجہ کی فرصت وفراغت چاہئے کہ اس وقت نہ بھوکا ہو، نہ بہت زیادہ شکم سیر، نہ غضبناک ہو، نہ متفکر اور مغموم، خلاصہ یہ کہ تمام نفسانی اور خارجی عوارض ومشغولیات سے فارغ ہو، خلوت میں جا کر مکمل طہارت حاصل کرے، یعنی غسل یا وضو کر کے پاک وصاف کپڑے پہن لے، دل میں کسی طرح گرمی پیدا کرے، خواہ موت کو یاد کر کے یا محبت انگیز حکایات کا مطالعہ کر کے یا واعظ کا وعظ سن کر یا مؤثر ورقت انگیز اشعار کے ذریعہ یا کسی اور جائز طریقے سے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھ کر قبلہ رو نمازی کی طرح بیٹھ جائے، اور زبان سے لا الہ الا اللہ کا ورد کرے، لا کو نیچے سے شروع کرے، الہ دماغ میں کہے، اور پوری قوت سے دل پر الا اللہ کی ضرب لگائے، تشدید اور مد کو خاص طور سے ملحوظ رکھے۔

نفی کرتے وقت غیر اللہ کی محبت (۱) بلکہ غیر اللہ کے وجود کو پیش نظر رکھے، ذکر نفی واثبات کے وقت سالک کو اس شخص کی ہیئت میں ہونا چاہئے، جو حالت وجد میں

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ''القول الجلیل'' کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ تصور وخیال ذاکرین کے مختلف مراتب کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے، مبتدی کو محبوبیت کا تصور کرنا چاہئے، متوسط کو نفی مقصودیت کا اور منتہی کو نفی وجود کا۔

ہونے کی وجہ سے اپنا سر کپڑے سے چھپا نہیں سکتا، اگر بے تکلف اس پر یہ حال طاری نہ ہو پا رہا ہو، تو بہ تکلف اس حال کو طاری کرے، جس قدر وجد طاری ہوتا جائے، اسی قدر آواز بلند کرتا جائے، وجد کی گرمی بڑھنے کے ساتھ آواز تیز ہوتی جائے گی اور ضرب میں شدت اور تسلسل پیدا ہوتا جائے گا، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جو کامل المزاج اور جوہر محبت کا حامل ہوگا، اگر وہ مذکورہ بالا طریقہ پر دو ایک گھنٹہ ذکر کرے گا تو اسے اطمینان قلب نصیب ہوگا، وساوس کا ازالہ ہو جائے گا، اور اسے شوق ومحبت کی گرمی حاصل ہو جائے گی، اس کے بعد ایک گھنٹہ اس کی نگہداشت میں صرف کرے، اس کیفیت کو عمدہ اور قابل قدر سمجھے اور حتی الامکان اس کی نگہداشت کی سعی کرے، اگر یہ کیفیت ختم ہو جائے، یا کمزور پڑ جائے تو اسے بڑھانے کی کوشش کرے، صحیح الفہم، کامل المزاج شخص ایک ہی مجلس میں اس کیفیت کو سمجھ سکتا ہے، اگر سالک سخت طبیعت، قوی الجسم ہے تو تین روز کھانے میں کمی کر دے، اور چند روز نفی واثبات کا ذکر کرے، یقیناً اسے یہ کیفیت حاصل ہو جائے گی اور اسے سمجھ جائے گا، اگر محنت کرنے کے باوجود وہ شخص اس کیفیت سے آشنا نہ ہو سکا تو اسے اس سلسلہ میں معذور سمجھنا چاہئے، اور دوسرے اوراد ووظائف میں مشغول رہنا چاہئے، اس کے لیے ظاہری اور اوپری عمل کرنا کافی ہے۔(۱)

محاسبہ

محاسبہ یہ ہے کہ صبح اٹھنے کے وقت سے رات کو سونے کے وقت تک کے اپنے اعمال کو سوچے، عبادات وطاعات پر اللہ کا شکر ادا کرے، مزید توفیق طلب کرے،

(۱) خیر المسالک صفحہ ۱۱ تا ۱۷۔

اور اپنی کوتاہی اور نا مناسب باتوں پر شرمندہ ہو اور بچنے کی تدبیر کرے۔

مراقبہ اور اس کا مفہوم

مراقبے کا لغوی مفہوم انتظار ہے، مگر اصطلاح تصوف میں اس سے مراد جناب باری تعالیٰ عزاسمہ سے انتظار فیض ہے، مراقبہ دراصل نص قرآنی ''وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ'' (۱) (اور کیا تم اپنی جانوں کے بارے میں غور وفکر نہیں کرتے) کی عملی ہیئت ہے، وہ آیات الٰہیہ جو نفس انسانی میں مستور ہیں، ان کے مختلف انوار و لطائف میں مراقبہ ہی امتیاز کرتا ہے۔

آیت مذکورہ پر مزید غور کیا جائے تو یہ امر بہ آسانی مفہوم ہوتا ہے کہ ان آیات سے آگاہی و شہود کا حکم دیا گیا ہے، سالک مراقبے کی بہ دولت تمام روحانی مقامات طے کرتا ہے اور اس کے باطن پر انوار و اسرار ربانیہ پیہم نازل ہوتے چلے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک عارف کامل درجات عالیہ پر فائز ہونے کے بعد جو کچھ دیکھتا ہے، اپنے اندر ہی دیکھتا ہے، قلب سے لایقین تک ساری ولایت جو سیر قدمی و سیر نظری پر مشتمل ہے، اسی سے حصول پذیر ہے، اس سے دوام حضور میسر آتا ہے، اور سالک کے رگ و پے میں سوز و گداز پیدا ہوتا ہے، اسی بنا پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ''ہمارا سلوک خانہ توحید کو نقب لگانے کے مترادف ہے، خلوت و یکسوئی مراقبے کے لوازم میں سے ہے'' خلوت سے کیا مراد ہے؟

ملا علی قاری نے شرح عین العلم میں اسے یوں بیان کیا ہے:

(۱) سورۂ ذاریات آیت ۲۱۔

''ثُمَّ الْقَوْمُ مُخْتَلِفُوْنَ فِیْ سُلُوْكِ طَرِيْقِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَ مَدَارَ الْخَلْوَةِ عَلٰی خُلُوِّ الْقَلْبِ عَنْ غَيْرِ ذِكْرِ الرَّبِّ وَمُشَاهَدَةِ الْخَلْقِ وَلَوْ كَانَ فِيْ مَجْمَعِ الْخَلْقِ''

پھر لوگوں کا اپنے سلوک طریق میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک خلوت کا دارومدار اس پر ہے کہ دل خلق کے مشاہدے سے فارغ ہو جائے اور اس میں ذکر الٰہی کے سوا کوئی چیز جا گزیں نہ رہے، اگرچہ مراقبہ کرنے والے کی نشست و برخاست مخلوق کے ساتھ ہو۔

آگے چل کر مصنف موصوفؒ نے اس کی مزید وضاحت کی ہے، اور فرمایا کہ ''سر کا لپیٹنا اور آنکھوں کا بند کرنا، اس وجہ سے ہے کہ سالک اطمینان قلب سے ذات باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکے، اسے خلوت صغیرہ بھی کہتے ہیں، مراقبہ شروع کرتے وقت مبدأ فیض اور مورد فیض کا لحاظ بے حد ضروری ہے۔ (۱)

مراقبے کی کتنی ہی قسمیں ہیں، یہاں مراقبہ احدیت کی نیت نقل کی جاتی ہے، اس طرح سے نیت کرے کہ مجھے ایسی ذات کی طرف سے فیض پہنچ رہا ہے، جو کمال کی تمام صفات کی جامع اور ہر نقص و زوال سے پاک تر ہے، جو میرے دل پر لطیفہ فیض کا ورود کرنے والی ہے۔ (۲)

مراقبہ موت

نزع کی حالت اور قبر میں سوال و جواب، میدان حشر، حساب و کتاب، حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور جواب دہ ہونا اور پلصراط سے گزرنا، ان سب چیزوں کو سوچنا اور عہد کرنا کہ آئندہ کسی معصیت کے پاس نہ جاؤں گا، پھر ایک تسبیح استغفار کی پڑھنا،

(۱) وظیفہ سعدیہ صفحہ ۳۲؍۳۳۔ (۲) وظیفہ سعدیہ صفحہ ۳۴۔

استغفار یہ ہے "سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ سُبحَانَ اللّٰہِ العَظِیمِ، اَستَغفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الحَیُّ القَیُّومُ وَاَتُوبُ اِلَیہِ"۔

مجاہدہ کی حقیقت

مجاہدہ کی حقیقت خواہشات نفس کی مخالفت کی مشق وعادت ہے، کہ حق تعالیٰ کی رضا وطاعت کے مقابلے میں نفس کی جانی ومالی وجاہی خواہشات ومرغوبات کو مغلوب رکھا جائے۔

مجاہدہ کے اقسام

مجاہدہ کی دوقسمیں ہیں، ایک "مجاہدہ جسمانی" کہ نفس کو مشقت کا عادی کیا جائے، مثلاً نوافل کی کثرت سے نماز کا عادی کرنا، اور روزہ کی کثرت سے طعام کی حرص وغیرہ کو کم کرنا، اور ایک مجاہدہ بمعنی مخالفت نفس ہے کہ جس وقت نفس معصیت کا تقاضا کرے، اس وقت اس کے تقاضے کی مخالفت کرنا، اصل مقصود یہ دوسرا مجاہدہ ہے، اور یہ واجب ہے، اور پہلا مجاہدہ اسی کی تحصیل کے لیے کیا جاتا ہے، کہ جب نفس مشقت برداشت کرنے کا عادی ہوگا، تو اس کو اپنے جذبات کے ضبط کرنے کی بھی عادت ہوگی، لیکن اگر بدون مجاہدہ جسمانیہ کے کسی کو نفس پر قدرت ہوجائے، تو اس کو مجاہدۂ جسمانیہ کی ضرورت نہیں، مگر ایسے لوگ بہت کم ہیں، اسی واسطے صوفیا نے مجاہدہ جسمانیہ کا بھی اہتمام کیا ہے، اور ان کے نزدیک اس کے چار ارکان ہیں:

(۱) قلت طعام۔

(۲) قلت کلام۔

(۳) قلت منام۔

(۴) قلت اختلاط مع الانام

خلاصہ یہ ہے کہ ریاضت ومجاہدہ کے دو رکن ہیں، اول مجاہدہ اجمالی یا جسمانی، دوسرا مجاہدہ تفصیلی یا نفسیانی۔

مجاہدہ اجمالی کے چار اصول جو بیان کئے گئے، وہ یہ ہیں:

(۱) قلت کلام۔

(۲) قلت طعام۔

(۳) قلت منام۔

(۴) قلت اختلاط مع الانام۔

ان سب امور میں اعتدال یعنی درمیانی راہ حسب تعلیم شیخ کامل ملحوظ رکھے، نہ اس قدر کثرت کرے جس سے غفلت وقساوت اور کاہلی پیدا ہو، نہ اس قدر قلت کرے کہ جس سے صحت وقوت زائل ہوجائے۔

دوسرے رکن مجاہدۂ تفصیلی کی دو قسمیں ہیں، اول اخلاق حمیدہ، دوسری اخلاق رذیلہ، ان دونوں قسموں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

اخلاق کا بیان

جاننا چاہئے کہ خَلق اور خُلق جدا جدا دو لفظ ہیں، خَلق سے مراد صورت ظاہری ہے، اور خُلق سے مراد صورت باطنی؛ کیونکہ انسان جس طرح جسم سے ترکیب دیا گیا ہے، اور ہاتھ پاؤں اور آنکھ کان وغیرہ اعضاء اس کو مرحمت ہوئے ہیں، جن کا قوت بصارت یعنی چہرے کی آنکھیں ادراک کرسکتی ہیں، اسی طرح انسان روح اور نفس

سے ترکیب دیا گیا ہے، اوراس کا ادراک بصیرت یعنی دل کی آنکھ کرتی ہے، یہ ترکیب ان ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی ،اوران دونوں ترکیبوں میں حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جدا جدا صورت اور قسم قسم کی شکلوں پر پیدا فرمایا ہے۔

صورت اور سیرت کیا ہے؟

کوئی صورت اور سیرت حسین اور اچھی ہے، اور کوئی سیرت اور صورت بری ہے، بھونڈی ہے ، ظاہری ہیئت اور شکل کو صورت کہتے ہیں، اور باطنی شکل اور ہیئت کو سیرت کہتے ہیں، سیرت کا مرتبہ صورت سے بڑھا ہوا ہے ، کیونکہ اس کو حق تعالیٰ نے اپنی جانب منسوب کیا ہے، چنانچہ ”وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي“(۱) یعنی آدم علیہ السلام کے پتلے میں میں نے اپنی روح پھونک دی، اس آیت کریمہ میں روح کو اپنا کہہ کر ذکر فرمایا ہے، اور ”قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي“ (۲) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ روح میرے پروردگار کا امر ہے، اس میں اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ روح امر ربی ہے، اور جسم کی طرح سفلی اور خاکی نہیں ہے، کیونکہ جسم کی نسبت مٹی کی جانب فرمائی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے ”وَاِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِينٍ“ (۳) اس مقام پر روح سے مراد وہ شئ ہے، جو حق تعالیٰ کے الہام اور القاء سے اپنی اپنی استعداد کے موافق اشیاء کی معرفت اور ادراک حاصل کرتی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ زیادہ قابل لحاظ امر ربانی یعنی سیرت انسانی ہے کہ جب تک اس باطنی ترکیب کی شکل اور ہیئت میں حسن موجود نہ ہوگا ، اس وقت تک انسان کو خوب سیرت نہیں کہا جاسکتا ، اور چونکہ اس صورت کے اعضاء ہاتھ پاؤں کی طرح سیرت کو بھی

(۱) سورۂ ص آیت نمبر۷۲ (۲) سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر۸۵ (۳) سورۂ ص آیت نمبر۷۱

اللہ تعالیٰ نے باطنی اعضاء مرحمت فرمائے ہیں، جن کا نام قوت علم وقوت غضب وقوت شہوت اور قوت عدل ہے، لہٰذا جب تک یہ چاروں اعضاء سڈول اور متناسب اور حد اعتدال پر نہ ہوں گے، اس وقت تک سیرت کو حسین نہیں کہا جائے گا، ان باطنی اعضاء میں جو بھی کمی بیشی ہوگی، اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کسی کی ظاہری شکل وصورت جسمیہ میں افراط وتفریط ہو کہ پاؤں مثلاً گز بھر ہوں، اور ہاتھ تین گز کے، یا ایک ہاتھ مثلاً آدھا گز کا ہو اور دوسرا گز بھر کا، اور ظاہر ہے کہ ایسا آدمی خوب صورت نہیں کہا جائے گا۔

پس اسی طرح اگر کسی کی قوت غضبیہ مثلاً حد اعتدال سے کم ہے اور قوت شہوانیہ اعتدال سے بڑھی ہوئی ہے، تو اس کو خوب سیرت نہیں کہہ سکتے۔

سیرت کے باطنی اعضاء اور ان کا حسن وتناسب

اب ہم چاروں اعضائے مذکورہ کے اعتدال وتناسب اور حسن کو بیان کرتے ہیں:

اول قوت علم، اس کا اعتدال یہ ہے کہ انسان اس کے ذریعہ سے اقوال کے اندر سچ جھوٹ میں امتیاز اور اعتقادات کے متعلق حق اور باطل میں فرق کر سکے، اور اعمال میں حسن وقبح یعنی اچھا اور برا پہچان سکے، پس جس وقت یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی، تو اس وقت حکمت کا وہ ثمرہ پیدا ہوگا، جس کو حق تعالیٰ بایں الفاظ ارشاد فرماتے ہیں ”وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا“ (۱) یعنی جس کو حکمت عطا ہوئی، اس کو خیر کثیر عطا ہوئی، اور حقیقت میں تمام فضیلتوں کی اصل اور جڑ یہی ہے۔

دوم وسوم غضب اور قوت شہوت، ان کا اعتدال اور حسن یہ ہے کہ دونوں

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۶۹۔

قوتیں حکمت وشریعت کے اشارے پر چلنے لگیں اور مہذب اور مطیع شکاری کتے کی طرح شریعت کی فرماں بردار بن جائیں کہ جس طرف بھی شریعت ان کو چلائے بلا عذر وبلا تأمل اس جانب چلنے لگیں، اور جس طرف سے روکے فوراً رک جائیں۔

چہارم قوت عدل، اس کا اعتدال یہ ہے کہ قوت غضب اور شہوت دونوں کی باگ اپنے ہاتھ میں لے، اور ان کو دین اور عقل کے اشارے کے ماتحت بنا رکھے، گویا عقل تو حاکم ہے اور یہ قوت عدل اس کی پیش کار ہے، کہ جدھر حاکم کا اشارہ پائے، فوراً اسی جانب جھک جائے، اور اس کے موافق احکام جاری کردے، اور قوت غضبیہ اور شہوانیہ گویا شکاری مرد کے مہذب کتے ہیں، یا فرمان بردار گھوڑے کی طرح ہیں، کہ ان میں حاکم کا حکم اور ناصح کی نصیحت کا نفاذ اور اجراء ہوتا ہے، پس جس وقت یہ حالت قابل اطمینان اور لائق تعریف ہوجائے گی اس وقت انسان صاحب حسن خلق اور خوب سیرت کہلائے گا۔

اخلاق کی قسمیں

اخلاق باطنہ دو قسم پر ہیں، ایک قلب سے متعلق، دوسرے نفس سے متعلق، اخلاق باطنہ جن کا تعلق قلب سے ہے، ان کا نام اخلاق حمیدہ وملکات فاضلہ ہے، ان کو مقامات سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور وہ یہ ہیں: توحید، اخلاص، توبہ، محبت الٰہی، قوت زہد، توکل، قناعت، حلم، صبر، شکر، صدق، تفویض، تسلیم، رضا، فناء، فناء الفنا، دوسرے جن اخلاق باطنہ کا تعلق نفس سے ہے، ان کا نام اخلاق رذیلہ ہے، اور وہ یہ ہیں، طمع طول امل، غصہ، دروغ، غیبت، حسد، بخل، ریا، عجب، کبر، حقد، حب مال، حب جاہ، حب دنیا، ان سے نفس کو پاک کرنے کا نام تزکیہ نفس ہے۔

اخلاق حمیدہ

توحید کی حقیقت: یہ یقین کرلینا کہ بدون ارادہ خداوندی کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔(۱)

طریق تحصیل: مخلوق کے عجز اور خالق کی قدرت کو یاد کرنا اور سوچنا۔

اخلاص کی حقیقت: اپنی طاعت میں صرف اللہ کے تقرب اور رضا کا قصد کرنا، اور مخلوق کی خوشنودی، اور رضامندی یا اپنی کسی نفسانی ومالی وجاہی خواہش کے قصد کو نہ ملنے دینا۔

طریق تحصیل: ریا کو دفع کرنا عین اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔

توبہ کی حقیقت: خطا کو یاد کرکے دل کا دکھ جانا، اور اس کے لیے لازم ہے اس گناہ کا ترک کردینا، اور آئندہ کو پختہ ارادہ کرنا کہ اب نہ کریں گے، اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا توبہ کہلاتا ہے۔

طریق تحصیل توبہ: قرآن وحدیث میں جو وعیدیں گناہوں پر آئی ہیں، ان کو یاد کرے اور سوچے، اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی، یہی توبہ ہے۔

حقیقت محبت: طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا، جس سے لذت حاصل ہو، محبت کہتے ہیں، یہی میلان اگر قوی ہوجاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔

طریق تحصیل محبت: اللہ تعالی کے کمالات واوصاف اور انعامات کو یاد کرے اور سوچے، احکام شرعیہ کی بجاآوری اور کثرت ذکر اللہ کرکے غیر اللہ کی محبت دل سے نکالے۔

حقیقت شوق: جس محبوب چیز کا من وجہٍ (ایک طرح سے) علم ہو اور من وجہ

(۱) یہاں توحید سے مراد توحید افعالی ہے۔

(ایک طرح سے)علم نہ ہو،اس کو بکمال جاننے اور دیکھنے کی خواہش طبعی ہونا شوق کہلاتا ہے۔

طریق تحصیل شوق: محبت الٰہی پیدا کر لینا کیونکہ محبت کے لیے شوق لازم ہے۔

حقیقت انس: جو چیز من وجہ ظاہر اور معلوم ہو،اور من وجہ مخفی و مجہول ہو،اگر وجوہ معلومہ پر نظر واقع ہو کر اس پر فرح و سرور ہو،اس کو انس کہتے ہیں۔

طریق تحصیل انس: چونکہ یہ بھی آثار محبت سے ہے،اس لیے اس کی تحصیل کے لیے کوئی جداگانہ طریقہ نہیں ہے،محبت کے ساتھ ہی حاصل ہو جاتا ہے۔

حقیقت خوف: ناگوار طبع چیز کے خیال اور اس کے واقع ہونے کے اندیشے سے قلب کا دردناک ہونا۔

طریق تحصیل خوف: اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب کو یاد کرے اور سوچا کرے۔

رجا کی حقیقت: محبوب چیزوں یعنی فضل و مغفرت اور نعمت و جنت کے انتظار میں قلب کو راحت پیدا ہونا،اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا رجا ہے۔

طریق تحصیل رجا: اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایت کو یاد کرے اور سوچا کرے۔

زہد کی حقیقت: کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اس سے بہتر چیز کی طرف مائل ہونا، مثلاً دنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا زہد ہے۔

طریق تحصیل زہد: دنیا کے عیوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو اور آخرت کے

منافع اور بقا کو یاد کرے اور سوچے۔

حقیقت توکل: صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتماد کرنا توکل ہے۔

طریق تحصیل توکل: اس کی عنایتوں اور وعدوں اور اپنی گذشتہ کامیابیوں کا یاد کرنا اور سوچنا۔

حقیقت قناعت: شہوت کا ترک کرنا۔

طریق تحصیل قناعت: مراقبہ فنائے عالم۔

حقیقت حلم: نفس کا ناگوار بات پر بھڑکنے سے رکنا۔

طریق تحصیل حلم: غصہ کا زائل کرنا،اور غصہ کے علاج کو بار بار سوچنا،جو کہ اخلاق رذیلہ کے بیان میں آرہا ہے۔

حقیقت صبر: انسان کے اندر دو قوتیں ہیں: ایک دین پر ابھارتی ہے، دوسری نفسانی خواہشات پر،سو محرک دینی کو محرک خواہشات پر غالب کر دینا صبر ہے،اور اس کی حقیقت ہے "حَبْسُ النَّفْسِ عَلٰی مَاتَکْرَہُ" یعنی ناگوار بات پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا،آپے سے باہر نہ ہونا۔

طریق تحصیل صبر: قوت ہوی یعنی خواہشات و جذبات نفسانی کو ضعیف و کمزور کرنا۔

شکر کی حقیقت: نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا،جس کا اثر منعم سے خوش ہونا اور تعمیل حکم میں سرگرمی کرنا ہے۔

طریق تحصیل شکر: حق تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنا اور یاد کرنا،اور ہر نعمت کو اس کی طرف سے جاننا،اس سے رفتہ رفتہ حق تعالیٰ کی محبت ہوگی اور شکر کا درجہ کاملہ نصیب ہو

جائے گا۔

حقیقت صدق: جس مقام کو حاصل کرے کمال کو پہنچادے کہ اس میں کسر نہ رہے۔

طریق تحصیل صدق: صدق ما بہ الکمال (جس سے کمال حاصل ہوجائے) کے جاننے پر موقوف ہے، لہٰذا ہمیشہ نگراں رہے، اگر کچھ کمی ہوجائے، اس کا تدارک کرے، اسی طرح چندروز میں کمال حاصل ہوجائے گا۔

حقیقت تفویض: اپنے کو خدا کے سپرد کردینا کہ وہ جو چاہیں تصرف کریں، اپنے لیے کوئی حالت تجویز نہ کرنا یعنی خدا کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے، تدبیر کرے اور نتیجہ کو خدا کے سپرد کردے۔

طریق تحصیل تفویض: جب کوئی خلاف طبع ناگوار واقعہ پیش آوے، تو فوراً یہ سوچے کہ حق تعالی کا تصرف ہے، جس میں حکمت ضرور ہے، اور مصلحت ہے، ابتداء میں تکلف سے یہ بات حاصل ہوگی، پھر سوچتے رہنے سے تجویز کو فنا کرنا پڑتا ہے، اور پھر یہ حالت اہل اللہ کے لیے طبعی بن جاتی ہے۔

رضا کی حقیقت: قضا پر اعتراض نہ کرنا، نہ زبان سے نہ دل سے۔

طریق تحصیل رضا: یہ آثار محبت سے ہے، اس لیے اس کے واسطے جداگانہ طریق نہیں ہے، محبت کے ساتھ ہی رضا بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

حقیقت فنا: افعال ذمیمہ وملکات رذیلہ وردیہ کا زائل ہوجانا، یعنی معاصی کا ترک ہوجانا اور قلب سے حب غیر اللہ، حرص، طول امل، کبر، عجب، ریا وغیرہ کا نکل جانا اور ملکہ یادداشت کا راسخ ہوجانا کہ غیر اللہ کے ساتھ تعلق عملی نہ رہے۔

طریق تحصیل فنا: مجاہدہ وکثرتِ ذکر لسانی وقلبی ہے۔

حقیقت فناء الفناء: اس فنا کا بھی علم بعض اوقات نہیں ہوتا، یہ فناء الفناء ہے، اس کو بقاء بھی کہتے ہیں، یعنی وہ بےخودی جو فنا کہلاتی تھی جاتی رہی، فنائے صفات بشریہ کو قرب نوافل، فناء ذات کو قرب فرائض بھی کہتے ہیں، یعنی جیسا التفاف اور استحضار غیر کا پہلے تھا وہ نہ رہا، غیر سے ذہول ہوگیا، پھر اس میں کسی کو سہو بھی ہوجاتا ہے، کسی پر سکر غالب ہوجاتا ہے، کوئی مجذوب محض ہوجاتا ہے، نیز فنا کے اضداد یعنی افعالِ حسنہ کا طبعی بن جانا اور اخلاق حمیدہ میں ملکہ رسوخ ہوجانا اس کو بقاء بھی کہتے ہیں۔

طریق تحصیل فناء الفناء: ذکر وفکر میں مداومت رکھنا۔

اخلاق رذیلہ

حقیقت حرص: مال وغیرہ کے ساتھ قلب کا مشغول ہونا۔

طریق علاج: خرچ کو گھٹائے تاکہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو، اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا، اور یہ سوچے کہ حریص وطامع ہمیشہ ذلیل رہتا ہے۔

حقیقت طمع: خلاف شریعت امور کو پسند کرنا، خواہش نفسانی اور حقیقت شہوت ہے، اس کا اعلی درجہ کفر وشرک ہے، وہ تو اسلام ہی سے خارج کردیتا ہے، اور جوادنی درجہ ہے وہ کمال اتباع سے ڈگمگادیتا ہے، ہر طمع وخواہش نفسانی میں یہ خاصیت ہے کہ راہ مستقیم سے ہٹادیتی ہے۔

علاج طمع: مجاہدہ کرنا، یعنی مخالفت نفس کی عادت ڈالے، تاکہ نفس کی جانی ومالی

خواہشات ومرغوبات کو رضائے حق تعالی کے مقابلے میں مغلوب رکھا جاسکے، اور مجاہدہ نام ہے نفس کے تقاضوں کو روکنا بہ تکلف ہو یا بلا تکلف۔

حقیقت غصہ: خونِ قلب کا بدلہ لینے کے لیے جوش مارنا غصہ ہے۔

طریق علاج: یہ یاد کریں کہ اللہ تعالی کو مجھ پر زیادہ قدرت ہے، اور میں اس کی نافرمانی بھی کرتا ہوں، اگر وہ بھی مجھ سے یہی معاملہ کرے تو کیا ہو، اور سوچیں کہ بدون ارادہ خداوندی کے کچھ واقع نہیں ہوتا، سو میں کیا چیز ہوں کہ مشیت الٰہی سے مزاحمت کروں۔

حقیقت دروغ: خلاف واقع بات کہنا کذب ہے، آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جو بات سنے اسے بیان کردے، بلاتحقیق بات کو نقل کردے۔

علاج کذب: کلام میں احتیاط ہو، بدون سوچے کوئی کلام نہ کرے، استحضار قبل از وقت، ہمت درعین وقت، تدارک بعد الوقت، نیز اگر کوئی بات کبھی منھ سے خلاف شریعت نکل جائے تو فوراً خوب توبہ کرلے۔

حقیقت حسد: کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گزرنا اور یہ آرزو کرنا، کہ یہ اچھی حالت اس کی زائل ہوجائے، یہ حسد ہے۔

طریق علاج: گو بہ تکلف سہی، اس شخص کی خوب تعریف کیا کرو، اور اس کے ساتھ خوب احسان وسلوک اور تواضع سے پیش آؤ۔

حقیقت بخل: جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروتاً ضروری ہو، اس میں تنگ دلی کرنا بخل ہے۔

طریق علاج: مال کی محبت کو دل سے نکالنا موت کو کثرت سے یاد کرکے۔

حقیقت ریا: اللہ تعالی کی اطاعت میں لوگوں کے نزدیک اپنی قدر ہونے کا قصد کرنا۔

طریق علاج: حب جاہ کو دل سے نکالیں، کیونکہ ریا اسی کا ایک شعبہ ہے، اور عبادت پوشیدہ کیا کریں یعنی جو عبادت کہ جماعت سے نہیں، اور جس عبادت کا اظہار ضروری ہے، اس کے اندر ازالہ ریا کے لیے ازالہ حب جاہ کافی ہے، اور طریق معالجے کا یہ ہے کہ جس عبادت میں ریا ہو، اس کو کثرت سے کریں، پھر نہ کوئی التفات کرے گا، نہ اس کو یہ خیال رہے گا، وہ چندروز میں ریا سے عادت پھر عادت سے عبادت اور اخلاص بن جائے گی۔

حقیقت عجب: اپنے کمال کو اپنی طرف منسوب کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید سلب ہوجائے، یہ عجب ہے۔

طریق علاج: اس کمال کو عطائے خداوندی سمجھے، اور اس کی قدرت کو یاد کرکے ڈرے کہ شاید سلب ہوجاوے، دوسرا علاج یہ ہے کہ کامل کا اعلی درجہ پیش نظر رکھ کر غور سے اپنی لغزش اور کوتاہی ظاہری وباطنی دیکھے، تاکہ اپنی بزرگی اور کمال کا گمان پیدا نہ ہو۔

حقیقت کبر: اپنے آپ کو صفات کمال میں دوسرے سے بڑھ کر سمجھنا۔

علاج کبر: اللہ تعالی کی عظمت کو یاد کرے، تاکہ اپنے کمالات ہیچ نظر آویں اور جس شخص سے اپنے کو بہتر سمجھتا ہے، اس کے ساتھ تواضع اور تعظیم سے پیش آوے، تاکہ اس کا عادی ہوجائے۔

حقیقت کینہ: جب غصہ میں بدلہ لینے کی قوت نہیں ہوتی، تو اس کے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی کا ہوجانا۔

طریق علاج: جس شخص سے کینہ ہو، اس شخص کا قصور معاف کردینا، اور اس سے میل جول شروع کردینا، گو بہ تکلف ہی ہو۔

حقیقت حب جاہ: لوگوں کے دلوں کے مسخر ہونے کی خواہش کرنا، تاکہ اس کی تعظیم اور اطاعت کریں۔

طریق علاج: یوں سوچے کہ نہ تعظیم واطاعت کرنے والے رہیں گے اور نہ میں رہوں گا، پھر ایسی موہوم اور فانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے۔

حقیقت حب دنیا: جس چیز میں فی الحال حظ نفس ہو، اور آخرت میں اس کا کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو، وہ دنیا ہے۔

طریق علاج: موت کو کثرت سے یاد کرتے رہنا، اور مدتوں کے لیے منصوبے اور سامان نہ کرنا اور نہ سوچنا۔

یہی وہ مقامات ہیں جو منتہائے سلوک ہیں، اس سے نقد حال " مُوتُوا قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا" (یعنی مرنے سے پہلے اپنے اندر مرنے والوں کے اوصاف پیدا کرو) کے معنی حاصل ہوجاتے ہیں۔

وصول الی اللہ کے طریقے

تفصیل اس کی یہ ہے کہ واصل بحق ہونے اور وصول الی اللہ کے تین طریقے ہیں:

(۱) اطول (۲) اوسط (۳) اقل واقرب

اول اطول: یہ ہے کہ کثرت صوم وصلوۃ، تلاوت قرآن کریم وحج اور جہاد وغیرہ کرنا، یہ طریق اخیار کا ہے۔

دوم اوسط: ان امور کے علاوہ مجاہدہ اور ریاضت، اخلاق ذمیمہ کے ازالہ

اور اخلاق حمیدہ کی تحصیل میں مشغول ہونا، اور اکثر اسی طریق سے واصل ہوتے ہیں، یہ طریق ابرار کا ہے۔

سوم اقل واقرب: طریق عشق کہ ریاضتوں اور صحبت خلق سے گھبراتے ہیں، صرف ذکر، فکر، شکر اور درد وشوق واشتیاق ان کا کام ہوتا ہے، اس سے واصل بحق ہوتے ہیں، اسی طریق سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب اور تجلیہ روح میں مشغول ہوتے ہیں اور کشف وکرامات کو بعوض جَو بھی نہیں خریدتے اور "مُوتُوا قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا" پر مستقیم ہوتے ہیں، یہ طریق شطاریہ(۱) کا ہے۔

علامات رسوخ اخلاق: اخلاق کے رسوخ کی علامت یہ ہے کہ جس وقت، جس خلق کا موقع پیش آوے، اس وقت بلا التفات، بلا اختیار تدبیر فوراً یا ادنی تدبیر سے اس خلق کا بامحل استعمال ہو۔(۲)

مرید کے لئے ضروری ہدایات

مرید کے لیے ضروری ہے کہ ان مقامات میں وہ برابر ترقی کرتا رہے، اور ان مقامات کے لیے طاعت واخلاص اصل ہے، اور اس کی بنیادی اور مقدم شرط ایمان ہے، پھر اس کے نتیجہ میں کچھ احوال وصفات اور نتائج وثمرات ظاہر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ مرید درجہ بدرجہ توحید اور معرفت کے بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے، اگر کسی مقام وحالت میں صحیح اور مطلوب ثمرات نہ حاصل ہوں تو سمجھ لینا چاہئے کہ پہلے والے مقام میں کوئی تقصیر رہ گئی ہے، اور ٹھیک اسی طرح واردات قلبی اور کیفیات نفسی میں بھی سمجھنا چاہئے، اس لیے ضروری ہے کہ مرید اپنے قول وفعل کا برابر محاسبہ کرتا رہے اور

---

(۱) سلسلہ شطاریہ شیخ عبداللہ شطاری کی طرف منسوب ہے۔ (۲) شریعت وتصوف صفحہ ۲۲ ملخصاً

جائزہ لیتا رہے کیونکہ اعمال کے نتائج وثمرات کا ظہور ضروری ہے، اور اگر نتائج وثمرات ٹھیک طور پر نہیں ظاہر ہو رہے ہیں، تو اس کا سبب عمل میں کوئی کمی یا کوتاہی ہے، مرید اپنے اعمال کا محاسبہ اپنے ذوق ووجدان کے ذریعہ کرتا ہے، لیکن یہ صفت بہت کم لوگوں کو حاصل ہے اور عام طور پر لوگ اس معاملہ میں غفلت کا شکار ہیں“۔(۱)

سلاسل اربعہ کی خصوصیات وتعلیمات

روحانی طاقت کو غذا دینے اور اس کو قوی کرنے کے لئے طریقۂ تعلیم میں الگ الگ طریقے اختیار کئے گئے ہیں، جس کے نتیجہ میں مختلف سلسلے اور طریقے پیدا ہوئے، چند کو زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی ان میں:

ایک ”نقشبندیہ“ ہے، اس کے بانی حضرت خواجہ بہاؤالدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ہیں، بخارا کے رہنے والے تھے، وہیں ان کا مزار ہے، اس طریقہ کی بنیاد عقائد دینیہ کی تصحیح اور کثرت عبادت اور حضور مع اللہ پر ہے، ان کا کہنا ہے کہ اللہ تک پہنچنے کی تین طریقے ہیں:

(۱) ذکر۔ (۲) مراقبہ۔ (۳) ربط شیخ۔

ایک نفی واثبات کا ”ذکر“ حبس نفس کے ساتھ جو متقدمین سے مروی ہے، دوسرا طریقہ ذکر کا اثبات محض ہے، متقدمین کے یہاں ایسا طریقہ نہیں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبدالباقی (یعنی خواجہ باقی باللہ حضرت مجدد الف ثانی کے شیخ) یا ان کے کسی معاصر نے ذکر کا یہ طریقہ ایجاد کیا ہے۔

دوم ”مراقبہ“ یہ ہے کہ انسان اپنے سارے ادراک واحساس کے ساتھ اس ذات

(۱) ملاحظہ ہو ”اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں“، مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ

مجرد کی طرف متوجہ ہو جائے، جس کو لفظ ”اللہ“ سے لوگ جانتے ہیں، لفظ سے الگ ہو کر محض ذات کا تصور کرنا بہت کم ہے، مراقب کا کام یہ ہے کہ ذات باری تعالی کی طرف توجہ الفاظ سے الگ ہو کر کرے، اور اللہ کی طرف وساوس اور دوسرے خیال سے اپنے کو علیحدہ کر کے متوجہ ہو جائے۔

سوم ”ربط شیخ“، جس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں حاضری دیتا رہے، دل سے محبت کرے، شیخ کے فیضان کا امیدوار رہے اور کسی عارض کی وجہ سے حاضری نہ دے سکے، تو دل سے محبت وعقیدت کے جذبات کے ساتھ اس کے لئے دعا کرے، اس کی بتائی ہوئی باتوں اور تعلیم وتلقین کا اہتمام کرے، اگر اس کی تصنیفات وملفوظات ہوں تو ان کا مطالعہ اس طرح کرے کہ جیسے شیخ کی مجلس میں حاضر ہو۔

اس طریقہ کی بھی بہت سی شاخیں پھیلی، لیکن اصلاً دو بڑی شاخیں ”باقیہ“ اور ”علائیہ“ ہیں، باقیہ کو حضرت مجدد الف ثانی کی نسبت سے زیادہ رواج وقبولیت ملی، اس کی اہم شاخوں میں ”ولی اللہیہ“ ہے، جس کا انتساب حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی طرف ہے، اور ”محمدیہ احمدیہ“ ہے، جس کا انتساب امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ کی طرف ہے، طریقہ محمدیہ کو اللہ نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی، اس طریقہ سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے بڑا استفادہ کیا اور یہ طریقہ ان تمام طریقوں کا جن کا یہاں ذکر ہوا، جامع ہے، اس طریقہ کی خصوصیت کے سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ رقمطراز ہیں: ”دین کا ایک مہتم بالشان شعبہ جس کے آپ اپنے دور میں مجدد تھے اور جو دراصل پورے نظام دینی کی روح ہے، وہ ”ایمان واحتساب“ ہے، یعنی زندگی کے

تمام اعمال واشغال میں صرف رضائے الٰہی کی طلب، نیت کا استحضار ہو، اور وہ موعود اجر وثواب کی طمع میں انجام پائیں، آپ نے اس ''ایمان واحتساب'' کو مکمل سلوک بنادیا تھا، اور چاروں طرق کے ساتھ آپ اس میں بھی بیعت لیا کرتے تھے، اور آپ اس کو ''طریقہ محمدیہ'' کے نام سے موسوم کرتے تھے''۔

خود آپ نے اس طریقہ کے متعلق فرمایا کہ ہم ''طریقہ محمدیہ'' کے اشغال کی تعلیم اس طرح کرتے ہیں کہ کھانا اس نیت سے کھایا جائے، کپڑا اس نیت سے پہنا جائے، نکاح اس نیت سے کیا جائے، سونے کی نیت یہ ہونی چاہئے، زراعت، تجارت، ملازمت کی نیت یہ ہونی چاہئے، اس طریقہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری ہے۔(۱)

اس طریقہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے پوری زندگی اپنی تمام عبادات وعادات کے ساتھ خالص عبادت اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے جسے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ:

''سید صاحب توحید ورسالت واتباع سنت پر بیعت لیتے تھے، اور اتباع سنت کے لئے از حد تاکید فرمایا کرتے تھے، اور بدعت کے سخت ماحی ومخالف تھے''۔(۲)

دوسرا ''طریقہ قادریہ'' ہے، اس کا انتساب سیدنا امام عبد القادر جیلانی (متوفی ۵۶۱ھ) کی طرف ہے، اس طریقہ کی خصوصیت وبنیاد نوافل کا اہتمام اور ذکر کی پابندی ہے، اور ذکر کی تعداد اس میں ''لا الہ الا اللہ'' کی گیارہ تسبیحات اور ''اللہ، اللہ'' کی چالیس تسبیحات ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کا استحضار ہر وقت قائم رہے، اور بندہ

(۱) ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید جلد دوم صفحہ ۵۱۱/۵۱۲۔ (۲) ملاحظہ ہو سیرت احمد شہید جلد دوم صفحہ ۵۳۸۔

ہر وقت اپنے کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں محسوس کرے، اس طریقہ کی بہت ساری شاخیں ہیں، اور اس کے اشغال واوراد بہت ہی متنوع ہیں۔

تیسرا ''چشتیہ'' ہے، اس طریقہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی اجمیریؒ (متوفی ۶۲۷ھ) ہیں، ان کے مشائخ مقام چشت کے رہنے والے تھے (اس لیے یہ طریقہ ''چشتی'' کہا گیا)، اس طریقہ کی اساس حفظ انفاس کے ساتھ ذکر بالجہر پر ہے، اور شیخ سے محبت وتعظیم کا تعلق رکھنے پر، اور چلہ کشی، روزہ کی کثرت، تہجد کی پابندی، وضو کے اہتمام، کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور ترک غفلت (استحضار) پر ہے، اس کے علاوہ بھی ان کے اشغال ہیں، ہندوستان میں سب سے پہلے اسی طریقہ کی اشاعت ہوئی، اور پورے ملک میں یہ سلسلہ پھیل گیا، اس سلسلہ کی اصلاً دو شاخیں ہیں، نظامیہ وصابریہ، ان سے بہت سی شاخیں وجود میں آئیں۔

اور چوتھا ''طریقہ سہروردیہ'' ہے، اس کے بانی شیخ شہاب الدین عمر سہروردی مصنف ''عوارف المعارف'' ہیں، اس طریقہ کی بنیادی باتیں یہ ہیں:

''رات ودن کے اوقات کو نظام کے ساتھ ان کاموں میں لگا دینا جو مناسب وبہتر ہیں، مثلاً روزہ، تہجد، ادعیہ ماثورہ کی پابندی، اورادو وظائف کی پابندی، نفی واثبات کے ذکر میں مشغول رہنا، اس طرح کہ قلب پر اثر انداز ہو، اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اشغال ہیں، ہندوستان میں یہ طریقہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے ذریعہ آیا، انہوں نے یہ طریقہ خود بانی طریقہ سے اخذ کیا تھا''۔(۱)

(۱) ملاحظہ ہو ''الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند'' مطبوعہ دمشق۔

ماخوذ از سلاسل اربعہ مرتبہ مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی نائب مدیر ''تعمیر حیات''، لکھنؤ

تصوف کے صرف چار ہی سلاسل نہیں ہیں

لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کہ تصوف کے چار سلاسل ہیں؛ لیکن تصوف کے سلاسل کو چار میں منحصر کرنا صحیح نہیں ہے، تصوف کے بہت سے سلاسل ہیں، اور بہت سے آئندہ ہوں گے، اللہ تعالی کی عنایت وفضل کسی شخص اور کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، قیامت تک ہر صدی کے شروع میں علماء ظاہر اور علماء باطن تشریف لا کرامت محمدیہ میں کارتجدید انجام دیتے رہیں گے۔

ہم ذیل میں تصوف کے مشہور سلاسل کا تذکرہ کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہوجائے کہ اور بھی سلاسل ہیں۔

(۱) زیدیان[۱]۔ (۲) عیاضیان۔ (۳) ادہمیان۔
(۴) ھبیریان۔ (۵) چشتیان۔ (۶) جنیدیان۔
(۷) گاذرونیان۔ (۸) کلیہ۔ (۹) محاسبیہ۔
(۱۰) حقیقیہ۔ (۱۱) نوریہ۔ (۱۲) طیفوریہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا خانوادوں کے بعد دوسرے خانوادے پیدا ہوئے، مثلاً:

(۱) جامیہ (۲) قادریہ (۳) اکبریہ (۴) سہروردیہ (۵) کبرویہ (۶) لیسویہ (۷) معینیہ (۸) نقشبندیہ، (۹) احراریہ۔

(۲) زیدیان عبدالواحد بن زید کی طرف منسوب ہے، عیاضیان فضیل بن عیاض کی طرف، ادہمیان، سلطان ابراہیم بن ادھم کی طرف، ہبیریان حضرت ہبیرہ بصری کی طرف، چشتیان حضرت خواجگان چشت کی طرف، جنیدیان سیدالطائفہ خواجہ جنید بغدادی کی طرف، گاذرونیان خواجہ ابواسحاق گاذرونی علیہ الرحمہ کی طرف، نوریہ شیخ ابوالحسن نوری کی طرف، طیفوریہ شیخ طیفور علیہ الرحمہ کی طرف، جامیہ شیخ احمد جام زندہ فیل کی طرف، قادریہ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی کی طرف اور سہروردیہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی طرف، کبرویہ شیخ نجم الدین کبری کی طرف، معینیہ خواجہ بزرگ حضرت معین الدین چشتی کی طرف، نقشبندیہ خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبندی کی طرف، احراریہ خواجہ عبیداللہ احرار کی طرف منسوب ہے۔

اس کے بعد تصوف کے دوسرے خانوادے ظاہر ہوئے مثلاً:

(۱) قدوسیہ: یہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا سلسلہ ہے۔

(۲) غوثیہ: یہ شیخ محمد غوث گوالیاری کا سلسلہ ہے۔

(۳) باقیہ: یہ خواجہ محمد باقی باللہ کا سلسلہ ہے۔

(۴) احمدیہ[۱]: یہ شیخ احمد سرہندی کا سلسلہ ہے۔(۲)

(۵) احسنیہ: یہ شیخ آدم بنوری کا سلسلہ ہے۔

(۶) علائیہ: یہ شیخ ابوالعلاء کا سلسلہ ہے، ان کے علاوہ بہت سے خانوادے ہوئے؛ لیکن انہیں شہرت نہیں حاصل ہوسکی، مثلاً:

(۱) مداریہ۔(۳) (۲) قلندریہ۔(۴)

الحمدللہ یہ کتاب ختم ہوئی، اللہ تعالی طالبین حق کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور احقر کے لیے ذریعہ نجات بنائے: رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِیۡ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحاً تَرۡضَاهُ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡكَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ هٰذَا الۡعَمَلَ الۡمُتَوَاضِعَ وَتَجَاوَزۡ عَنِّیۡ فِیۡهِ مِنَ الۡخَطَأِ وَالنِّسۡیَانِ وَاجۡعَلۡهُ لِیۡ ذَرِیۡعَةً لِلۡفَلَاحِ وَالنَّجَاحِ فِیۡ الدُّنۡیَا وَوَسِیۡلَةً لِلنَّجَاةِ فِیۡ الۡآخِرَةِ. وَاللّٰهُ وَلِیُّ الۡمُتَّقِیۡنَ.

۱۴؍ جمادی الاولی ۱۴۲۱ھ — محمد مسعود عزیزی ندوی

(۱) طریقہ احمدیہ کو مجددیہ اور معصومیہ بھی کہتے ہیں، معصومیہ مجدد صاحب کے خلیفہ وجانشین خواجہ محمد معصوم کی طرف منسوب ہے۔

(۲) سرہند لاہور اور دہلی کے درمیان ایک بڑا شہر ہے، اصل میں سہرند ہے (سین کے زیر ہا کے سکون اور راء کے زیر کے ساتھ) جس کے معنی ہے شیر کی جھاڑی، فارسی والوں کی زبان میں سرہند مستعمل ہے۔

(۳) بدیع الزماں شاہ کی طرف منسوب ہے۔ (۴) بوعلی شاہ قلندر کی طرف منسوب ہے۔ (خیر المسالک صفحہ ۴۲)